حضرت معاویہ رضؓ

شخصیت - کردار اور کارنامے

تحریر: حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مد ظلہم العالی کا یہ وقیع و مفصل مضمون؛ حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی مشہور و معروف کتاب: "حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق" میں حصہ سوم کے طور پر شامل شدہ ہے۔ اس مضمون کے بارے میں حضرت شیخ الاسلام صاحب دامت برکاتہم نے اپنی کتاب کے حرفِ آغاز میں (1391ھ میں یعنی تقریباً 50 سال قبل) تحریر فرمایا ہے کہ:

"میری خواہش تھی کہ (اس سلسلۂ مضامین کو) کتابی صورت میں لاتے وقت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت و مناقب پر مثبت انداز میں ایک مضمون تحریر کروں، لیکن اپنی گوناگوں مصروفیات میں مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا، بالآخر میری فرمائش پر برادر زادۂ عزیز مولوی محمود اشرف سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ماشاء اللہ اس موضوع پر بڑی حسن و خوبی اور سلیقے کے ساتھ ایک جامع مضمون تیار کر دیا، جو عزیزِ موصوف کا نقشِ اول ہے اور ان شاء اللہ ان کے روشن علمی مستقبل کا آئینہ دار۔"

بسلسلہ معارفِ عثمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

حمد و ستائش اس ذات کے لئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا اور دُرود وسلام اس کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جنھوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابتِ وحی کے فرائض انجام دیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا دورِ حکومت تاریخِ اسلام کے درخشاں زمانوں میں ہے جس میں اندرونی طور پر امن و اطمینان کا دور دورہ بھی تھا اور ملک سے باہر دُشمنوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے ان پر اعتراضات و الزامات کا کچھ اس انداز سے انبار لگایا ہے کہ تاریخِ اسلام کا یہ تابناک زمانہ سبائی پروپیگنڈے کے گرد و غبار میں روپوش ہوکر رہ گیا ہے۔ اس لئے عرصے سے میری خواہش تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو مشہور اعتراضات کئے گئے ہیں، ان کا واقعات کی روشنی میں جائزہ لے کر اصل حقیقت واضح کی جائے۔ اتفاق سے اسی دوران مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' منظرِ عام پر آئی، اور اَطرافِ ملک سے ہم سے مطالبہ ہوا کہ اس کے بارے میں اپنی رائے پیش کریں۔ اس کتاب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر عائد کئے گئے اعتراضات کو مرتب طریقے سے یکجا کردیا گیا تھا، چنانچہ کتاب کے اس حصے پر جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق تھا، میں نے ماہنامہ ''البلاغ'' میں ایک سلسلۂ مضامین تحریر کیا جو نو قسطوں پر شائع ہوا۔

بحمداللہ اس سلسلۂ مضامین کو ہر علمی حلقے میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا، اور اَب اپنے کرم فرماؤں کے اصرار پر اسے کتابی شکل میں لایا جارہا ہے، میری خواہش تھی کہ کتابی صورت میں لاتے وقت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت اور مناقب پر مثبت انداز میں بھی ایک مضمون تحریر کروں، لیکن اپنی گوناگوں مصروفیات میں مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا، بالآخر میری فرمائش پر برادر زادہ عزیز مولوی محمود اشرف صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا، اور ماشاء اللہ اس موضوع پر بڑی حسن و خوبی اور سلیقے کے ساتھ ایک جامع مضمون تیار کردیا جو عزیز موصوف کا نقشِ اوّل ہے، اور اِن شاء اللہ ان کے روشن علمی مستقبل کا آئینہ دار۔

اس طرح یہ کتاب اب محض ایک تنقید ہی نہیں ہے، بلکہ اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت، آپ کے فضائل و مناقب، آپ کے عہدِ حکومت کے حالات اور آپ پر مخالفین کے تمام بے جا الزامات کا مدلل جواب بھی اِن شاء اللہ مل جائے گا، اور مشاجراتِ صحابہؓ کے مسئلے میں اہلِ سنت کا معتدل موقف بھی دلائل کے ساتھ واضح ہوسکے گا۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے شکوک وشبہات کے ازالے کا سبب بنائے۔ آمین

محمد تقی عثمانی
دارالعلوم کراچی ۱۴
۲۷ ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ

حصہ سوم

حضرت معاویہؓ
شخصیت، کردار اور کارنامے

مولانا محمود اشرف عثمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلیل القدر صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالمِ اسلام کی ان چند گنی چنی ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کے احسان سے یہ اُمت مسلمہ سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ آپ ان چند کبار صحابہؓ میں سے ہیں جن کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری اور حق تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ وحی کو لکھنے کا شرف حاصل ہے۔

پھر.... آپ اسلامی دُنیا کی وہ مظلوم ہستی ہیں جن کی خوبیوں اور ذاتی محاسن وکمالات کو نہ صرف نظرانداز کیا گیا بلکہ ان کو چھپانے کی پیہم کوششیں کی گئیں، آپ پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے، آپ کے متعلق ایسی باتیں گھڑی گئیں اور ان کو پھیلایا گیا جن کا کسی عام صحابی سے تو درکنار، کسی شریف انسان سے پایا جانا مشکل ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جس شدّ و مدّ کے ساتھ پروپیگنڈے کا طوفان کھڑا کیا گیا، اس کی وجہ سے آپؓ کا وہ حسین ذاتی کردار نظروں سے بالکل اوجھل ہوگیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت نے پیدا کیا تھا، نتیجہ یہ ہے کہ آج دُنیا حضرت معاویہؓ کو بس جنگِ صفّین کے قائد کی حیثیت سے جانتی ہے جو حضرت علیؓ کے مقابلے کے لئے آئے تھے، لیکن وہ حضرت معاویہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر تھے، جنھوں نے کئی سال تک آپؐ کے لئے کتابتِ وحی کے نازک فرائض انجام دیئے، آپؐ سے اپنے علم وعمل کے لئے بہترین دعائیں لیں، جنھوں نے حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ کے زمانے میں اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا، جنھوں نے تاریخِ اسلام میں سب سے پہلا بحری بیڑہ تیار کیا، اپنی عمر کا بہترین حصہ رُومی عیسائیوں کے خلاف جہاد میں گزارا، اور ہر بار ان کے دانت کھٹے کئے، آج دُنیا ان کو فراموش کرچکی ہے، لوگ یہ تو جانتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ وہ ہیں

جن کی حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ ہوئی تھی، لیکن قبرص، روڈس، صقلیہ اور سوڈان جیسے اہم ممالک کس نے فتح کیے؟ سالہا سال کے باہمی خلفشار کے بعد عالم اسلام کو پھر سے ایک جھنڈے تلے کس نے جمع کیا؟ جہاد کا جو فریضہ تقریباً متروک ہو چکا تھا، اسے ازسرِنو کس نے زندہ کیا؟ اور اپنے عہدِ حکومت میں نئے حالات کے مطابق شجاعت و جواں مردی، علم و عمل، حلم و بُردباری، امانت و دیانت میں نظم و ضبط کی بہترین مثالیں کس نے قائم کیں؟ یہ ساری باتیں وہ ہیں جو پروپیگنڈے کی غلیظ تہوں میں چھپ کر رہ گئی ہیں، اس مقالے میں حضرت معاویہؓ کی زندگی کے انہی حسین پہلوؤں کو سامنے لانا مقصود ہے، یہ آپؓ کی مکمل سیرت نہیں، بلکہ آپؓ کی سیرت کے وہ گوشے ہیں جو تاریخ کے ملبے میں دب کر آج نگاہوں سے بالکل اوجھل ہو رہے ہیں اور ان کے مطالعے سے حضرت معاویہؓ کے کردار کی ایک ایسی تصویر سامنے آتی ہے جو ہر لحاظ سے دِلکش ہی دِلکش ہے۔ اُمید ہے کہ قارئین اس تصویر میں تاریخِ اسلام کے اس عظیم کردار کی ایک دلآویز جھلک دیکھ سکیں گے۔

ابتدائی حالات

آپؓ عرب کے مشہور و معروف قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنی شرافت و نجابت اور جود و سخا میں پورے عرب میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا، اس قبیلے کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں آقائے دو جہاں مبعوث ہوئے۔ پھر قریش میں سے آپؓ اس نام ور خاندان بنو اُمیہ سے تعلق رکھتے تھے جو نسبی و منصبی حیثیت سے بنو ہاشم کے بعد سب سے زیادہ معزز سمجھا جاتا تھا۔

حضرت معاویہؓ کے والد ماجد، حضرت ابوسفیانؓ اسلام لانے سے قبل ہی اپنے خاندان میں ممتاز حیثیت کے مالک اور قبیلے کے معزز سرداروں میں شمار ہوتے تھے، آپؓ فتحِ مکہ کے دن اسلام لائے، آپ کے اسلام لانے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مسرت اور آپؐ نے اعلان فرمایا:۔

جو شخص بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن دیا

جائے گا۔

اسلام لانے سے قبل زمانۂ جاہلیت میں بھی آپؓ اعلیٰ صفات کے مالک اور اخلاقِ کریمانہ کے حامل تھے، علامہ ابنِ کثیرؒ لکھتے ہیں:-

وكان رئيسًا مطاعًا ذا مالٍ جزيل.[1]

ترجمہ:- آپ اپنی قوم کے سردار تھے، آپ کے حکم کی اطاعت کی جاتی تھی اور آپ کا شمار مالدار لوگوں میں ہوتا تھا۔

پھر آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے اور غزوۂ حنین اور غزوۂ یرموک میں شرکت کی، یہاں تک کہ ۳۱ھ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

حضرت معاویہؓ آپ ہی کے فرزند ارجمند تھے، بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل آپ کی ولادت ہوئی۔[2] بچپن ہی سے آپ میں اُولوالعزمی اور بڑائی کے آثار نمایاں تھے، چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ نوعمر تھے آپؓ کے والد ابوسفیانؓ نے آپ کی طرف دیکھا اور کہنے لگے:-

میرا بیٹا بڑے سر والا ہے اور اس لائق ہے کہ اپنی قوم کا سردار بنے۔

آپؓ کی والدہ ہند نے یہ سنا تو کہنے لگیں:-

فقط اپنی قوم کا؟ میں اس کو روؤں اگر یہ پورے عالمِ عرب کی قیادت نہ کرے۔[3]

اسی طرح ایک بار عرب کے ایک قیافہ شناس نے آپ کو چھوٹے پن کی حالت میں دیکھا تو بولا:-

میرا خیال ہے کہ یہ اپنی قوم کا سردار بنے گا۔[4]

---

(۱) ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۲۱، مطبوعہ مصر ۱۹۳۹ء۔

(۲) ابن حجرؒ: الاصابة ج:۳ ص:۴۱۲، مطبوعة مكتبة التجارية الكبرى ۱۹۳۹ء

(۳) حوالہ مذکورہ بالا۔

(۴) علامة ابن كثير: البداية والنهاية ج:۸ ص:۱۱۸، مطبوعه مطبعة كردستان العلمية، مصر ۱۳۴۸ھ۔

ماں باپ نے آپ کی تربیت خاص طور پر کی اور مختلف علوم وفنون سے آپ کو آراستہ کیا، اور اس دور میں جبکہ لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہ تھا اور عرب پر جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہوئی تھی، آپ کا شمار ان چند گنے چنے لوگوں میں ہونے لگا جو علم وفن سے آراستہ تھے اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

اسلام

آپؓ ظاہری طور پر فتحِ مکہ کے موقع پر ایمان لائے مگر درحقیقت آپؓ اس سے قبل ہی اسلام قبول کر چکے تھے، لیکن بعض مجبوریوں کی بناء پر ظاہر نہ کیا تھا، مشہور مؤرخ واقدی کہتے ہیں کہ: آپ صلحِ حدیبیہ کے بعد ہی ایمان لے آئے تھے مگر آپؓ نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا اور فتحِ مکہ کے دن ظاہر کیا۔ اپنے اسلام کو چھپائے رکھنے اور فتحِ مکہ کے موقع پر ظاہر کرنے کی وجہ خود حضرت معاویہؓ نے بیان کی، چنانچہ فاضل مؤرخ ابنِ سعدؒ کا بیان ہے کہ: حضرت معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ: ''میں عمرۃ القضا سے پہلے اسلام لے آیا تھا، مگر مدینہ جانے سے ڈرتا تھا کیونکہ میری والدہ کہا کرتی تھیں کہ اگر تم گئے تو ہم ضروری اخراجاتِ زندگی دینا بھی بند کر دیں گے۔'' اس عذر اور دُوسری مجبوریوں کی بناء پر آپؓ نے اپنے والد کے ہمراہ فتحِ مکہ کے موقع پر اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا۔[1] یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بدر، اُحد، خندق اور غزوۂ حدیبیہ میں آپؓ کفار کی جانب سے شریک نہ ہوئے حالانکہ اس وقت آپ جوان تھے، آپ کے والد ابوسفیانؓ سالار کی حیثیت سے شریک ہو رہے تھے اور آپؓ کے ہم عمر جوان بڑھ چڑھ کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لے رہے تھے، ان تمام باتوں کے باوجود آپؓ کا شریک نہ ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اسلام کی حقانیت ابتداء ہی سے آپؓ کے دِل میں گھر کر چکی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق

اسلام لانے کے بعد آپ مستقلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

---

(۱) ابن حجر: الاصابۃ ج:۳ ص:۴۱۳، مطبوعۃ مصر ۱۳۲۸ھ۔

لگے رہے اور آپؓ اس مقدس جماعت کے ایک رکنِ رکین تھے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ وحی کے لئے مامور فرمایا تھا، چنانچہ جو وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی اسے قلم بند فرماتے اور جو خطوط وفرامین سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے جاری ہوتے انہیں بھی تحریر فرماتے۔ وحیٔ خداوندی لکھنے کی وجہ سے ہی آپؓ کو "کاتبِ وحی" کہا جاتا ہے۔ علامہ ابنِ حزمؒ لکھتے ہیں:[1]-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں سب سے زیادہ حضرت زید بن ثابتؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر رہے اور اس کے بعد دوسرا درجہ حضرت معاویہؓ کا تھا، یہ دونوں حضرات دن رات آپؐ کے ساتھ لگے رہتے اور اس کے سوا کوئی کام نہ کرتے تھے۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتابتِ وحی کا کام جتنا نازک تھا اور اس کے لئے جس احساسِ ذمہ داری، امانت و دیانت اور علم وفہم کی ضرورت تھی وہ محتاجِ بیان نہیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری، کتابتِ وحی، امانت و دیانت اور دیگر صفاتِ محمودہ کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار آپؓ کے لئے دعا فرمائی۔ حدیث کی مشہور کتاب جامع الترمذی میں ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو دعا دی اور فرمایا:-

اللّٰهم اجعله هاديًا مهديًّا واهد به.[3]

---

(۱) جمال الدین یوسف: النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة ج:۱ ص:۱۵۴، مطبوعة وزارة الثقافة والارشاد والقومی، مصر. مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج:۹ ص:۳۵۷، مطبوعه دار الکتاب بیروت ۱۹۶۷ء۔ ابن عبدالبر: الاستیعاب تحت الاصابة ج:۳ ص:۳۷۵، مطبوعة مکتبة التجارية الکبریٰ ۱۹۳۹ء، البداية والنهاية ج:۸ ص:۲۱، مطبوعة مصر ۱۳۴۸ھ۔

(۲) ابن حزم: جوامع السیرۃ ص:۲۷۔

(۳) جامع الترمذی ج:۲ ص:۲۴۷، مطبوعہ ایچ ایم سعید، قرآن محل کراچی۔ ابن اثیر: اسد الغابة ج:۴ ص:۳۸۶، مطبوعۃ مکتبۃ اسلامیۃ طہران ۱۳۸۴ھ۔ حافظ خطیب: تاریخ بغداد ج:۱ ص:۲۰۸، مطبوعۃ دار الکتاب، بیروت۔

ترجمہ:- اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنادیجئے، اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت دیجئے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو دُعا دی اور فرمایا:-

اللّٰهم علّم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب.(۱)

ترجمہ:- اے اللہ! معاویہ کو حساب کتاب سکھا اور اس کو عذاب جہنم سے بچا۔

مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:-

اللّٰهم علمه الكتاب ومكن له في البلاد وقه العذاب.(۲)

ترجمہ:- اے اللہ! معاویہ کو کتاب سکھلا دے اور شہروں میں اس کے لئے ٹھکانہ بنادے اور اس کو عذاب سے بچالے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی امارت وخلافت کی اپنی حیات میں ہی پیشین گوئی فرمادی تھی، اور اس کے لئے دُعا بھی فرمائی تھی جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ظاہر ہے۔ نیز حضرت معاویہؓ خود بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وضو کا پانی لے کر گیا، آپ نے پانی سے وضو فرمایا اور وضو کرنے کے بعد میری طرف دیکھا اور فرمایا:-

اے معاویہ! اگر تمہارے سپرد امارت کی جائے (اور تمہیں امیر

---

(۱) ابن عبدالبر: الاستیعاب تحت الاصابة ج:۳ ص:۳۸۱، ایضاً مجمع الزوائد ج:۹ ص:۳۵۶، ایضاً کنز العمال ج:۷ ص:۸۷ بحواله ابن النجار (کر) مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن ۱۳۱۴ھ۔

(۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج:۹ ص:۳۵۶، طبع بیروت، ایضا النجوم الزاهرة ج:۱ ص:۱۳۴، مطبوعہ مصر۔

بنا دیا جائے) تو تم اللہ سے ڈرتے رہنا اور انصاف کرنا۔[1]

اور بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

جو شخص اچھا کام کرے اس کی طرف توجہ کر اور مہربانی کر اور جو کوئی برا کام کرے اس سے درگزر کر۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد خیال لگا رہا کہ مجھے ضرور اس کام میں آزمایا جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا (مجھے امیر بنا دیا گیا)۔

ان روایات سے صاف واضح ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربارِ نبوی میں کیا مرتبہ حاصل تھا؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کتنی محبت فرماتے تھے۔

ایک روایت میں تو یہاں تک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو کسی کام میں مشورے کے لئے طلب فرمایا، مگر دونوں حضرات کوئی مشورہ نہ دے سکے تو آپؐ نے فرمایا:۔

ادعوا معاوية احضروه أمركم فإنه قوي أمين۔[2]

ترجمہ:۔ معاویہ کو بلاؤ اور معاملے کو ان کے سامنے رکھو، کیونکہ وہ قوی ہیں (مشورہ دیں گے) اور امین ہیں (غلط مشورہ نہ دیں گے)۔

لیکن اس روایت کی سند کمزور اور ضعیف ہے۔

---

(۱) ابن حجر: الاصابة ج:۳ ص:۴۱۳، مطبوعة مصر، ایضاً مجمع الزوائد ج:۹ ص:۳۵۵، ۳۵۶، مطبوعة بیروت، وفیه رواه أحمد والطبراني في الأوسط والكبير ورجال أحمد وأبي يعلى رجال الصحيح۔

(۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج:۹ ص:۳۵۶، مطبوعه بیروت، وفیه: رواه الطبراني والبزار باختصار ورجاله ثقات في بعضهم خلاف. وشيخ البزار ثقه وشيخ الطبراني لم يوثقه إلا الذهبي في الميزان وليس فيه جرح مفسر ومع ذلك فهو حديث منكر. ایضاً ذهبی تاریخ الاسلام ج:۲ ص:۳۱۹۔

نیز ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے اور حضرت معاویہؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا، تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اے معاویہ! تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! میرا پیٹ (اور سینہ) آپ کے جسم مبارک کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا دی:-

اللّٰهم املأه علمًا .

اے اللہ! اس کو علم سے بھر دے۔ (۱)

جب آپؓ کے والد اسلام لے آئے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اسلام لانے سے قبل مسلمانوں سے قتال کرتا تھا، اب آپ مجھے حکم دیجئے کہ میں کفار سے لڑوں اور جہاد کروں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ضرور! جہاد کرو۔ (۲)

چنانچہ اسلام لانے کے بعد آپؓ اور آپ کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مختلف غزوات میں شرکت کی اور کفار سے جہاد کیا۔ آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ حنین میں شرکت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قبیلۂ ہوازن کے مالِ غنیمت میں سے سو اُونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ (۳)

حضرت معاویہؓ صحابہؓ کی نظر میں

ان احادیث سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہؓ سے تعلق

---

(۱) حافظ ذهبی: تاریخ الاسلام ج:۲ ص:۳۱۹۔

(۲) حافظ ابن کثیر: البداية والنهاية ج:۸ ص:۲۱، مطبوعہ مصر۔

(۳) حافظ ابن کثیر: البداية والنهاية ج:۸ ص:۱۱۷، مطبوعہ مصر۔

اور اس سے آپ کی فضیلت صاف ظاہر ہے، اس کے علاوہ دُوسرے جلیل القدر صحابہؓ سے بھی متعدّد اقوال مروی ہیں جن سے ان کی نظر میں حضرت معاویہؓ کے مقامِ بلند کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت معاویہؓ کی بُرائی کی گئی تو آپؓ نے فرمایا:-

دعونا من ذم فتى قريش من يضحك في الغضب ولا ينال ما عنده إلا على الرضا ولا يؤخذ ما فوق رأسه إلا من تحت قدميه.[1]

ترجمہ:- قریش کے اس جوان کی بُرائی مت کرو، جو غصّے کے وقت ہنستا ہے (یعنی انتہائی بُردبار ہے) اور جو کچھ اس کے پاس ہے بغیر اس کی رضامندی کے حاصل نہیں کیا جاسکتا، اور اس کے سر پر کی چیز کو حاصل کرنا چاہو تو اس کے قدموں پر جھکنا پڑے گا (یعنی انتہائی غیور اور شجاع ہے)۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپؓ نے فرمایا: اے لوگو! تم میرے بعد آپس میں فرقہ بندی سے بچو، اور اگر تم نے ایسا کیا تو سمجھ رکھو کہ معاویہؓ شام میں موجود ہیں۔[2]

یہاں ایک واقعے کا ذکر کرنا دِلچسپی سے خالی نہ ہوگا جس سے حضرت معاویہؓ کی اپنے بڑوں کے مقابلے میں اطاعت شعاری اور حضرت عمرؓ کی اپنے گورنروں اور مخصوصین پر کڑی نگرانی ظاہر ہوتی ہے۔

علامہ ابنِ حجرؒ نے اپنی کتاب الاصابہ میں نقل کیا کہ ایک بار حضرت معاویہؓ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آئے، حضرت معاویہؓ نے اس وقت ایک سبز رنگ کا جوڑا پہنا ہوا تھا، صحابہ کرامؓ نے

---

(۱) ابن عبدالبر: الاستيعاب تحت الاصابة ج:۳ ص:۳۷۷، مطبوعہ مصر۔

(۲) ابن حجر: الاصابة ج:۳ ص:۴۱۴، مطبوعہ مصر۔

حضرت معاویہؓ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، حضرت عمرؓ نے یہ دیکھا تو کھڑے ہوئے اور دُرّہ لے کر حضرت معاویہؓ کی طرف بڑھے اور مارنے لگے، حضرت معاویہؓ پکارتے رہے: اللہ، اللہ اے امیرالمؤمنین! آپ کیوں مارتے ہیں؟ مگر حضرت عمرؓ نے کچھ جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ واپس اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے، صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ سے کہنے لگے: آپ نے اس جوان (حضرت معاویہؓ) کو کیوں مارا؟ حالانکہ ان جیسا آپ کی قوم میں ایک نہیں۔

حضرت عمرؓ نے جواب دیا: میں نے اس شخص میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہ پایا اور اس کے متعلق مجھے صرف بھلائی کی ہی خبر ملی ہے، لیکن میں نے چاہا کہ اس کو اُتاروں اور یہ کہہ کر آپ نے حضرت معاویہؓ کے لباس کی جانب اشارہ کیا۔ (۱)

نیز آپ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:-

تم قیصر و کسریٰ اور ان کی سیاست کی تعریف کرتے ہو، حالانکہ خود تم میں معاویہؓ موجود ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں آپ کا مرتبہ اور مقام اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے آپؓ کے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کے انتقال کے بعد آپ کو شام کا گورنر مقرر کیا۔ دُنیا جانتی ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے گورنروں اور والیوں کے تقرر کے معاملے میں انتہائی محتاط تھے اور جب تک کسی شخص پر مکمل اطمینان نہ ہوجاتا اسے کسی مقام اور علاقے کا امیر مقرر نہ کرتے تھے، پھر جس شخص کو گورنر بناتے اس کی پوری نگرانی فرماتے، اور جب کبھی معیارِ مطلوب سے فروز محسوس ہوتا اسے معزول فرمادیتے تھے، ان کا آپؓ کو شام کا گورنر مقرر کرنا اور آخر حیات تک انہیں اس عہدے پر باقی رکھنا ظاہر کرتا ہے کہ انہیں آپؓ پر مکمل اعتماد تھا۔

---

(۱) ابن حجر: الاصابہ ج ۳ ص ۴۱۴

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا، وہ بھی آپؓ پر مکمل اعتماد کرتے تھے اور تمام اہم معاملات میں آپؓ سے مشورہ لیتے اور اس پر عمل کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بھی آپؓ کو شام کی گورنری کے عہدے پر نہ صرف باقی رکھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آس پاس کے دوسرے علاقے اُردن، حمص قسرین اور فلسطین وغیرہ بھی آپ کی ماتحت گورنری میں دے دیئے۔

اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر مسلمانوں کی ایک جماعت نے بیعت کر لی اور آپؓ خلیفہ ہو گئے، اور آپؓ کے اور حضرت معاویہؓ کے درمیان قاتلینِ عثمان سے قصاص لینے کے بارے میں اختلاف پیش آیا جس نے بڑھ کر قتال کی صورت اختیار کر لی اور مسلمانوں کے درمیان تفرقے کی بنیاد پڑ گئی، مگر جیسا کہ ہر ہوش مند جانتا ہے کہ اس میں دونوں جانب اختلاف کا منشاء دین ہی تھا، اس لئے فریقین ایک دوسرے کے دینی مقام اور ذاتی خصائل واوصاف کے قائل تھے اور اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔

حافظ ابنِ کثیرؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگِ صفین سے واپس لوٹے تو فرمایا:-

أيها الناس! لا تكرهوا إمارة معاوية فإنكم لو فقدتموه رأيتم الرءوس تندر عن كواهلها كأنما الحنظل.[1]

ترجمہ:- اے لوگو! تم معاویہ کی گورنری اور امارت کو ناپسند مت کرو، کیونکہ اگر تم نے انہیں گم کر دیا تو دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہے۔

خلفائے راشدینؓ کے علاوہ دیگر اجلہ صحابہ کرامؓ کو دیکھئے کہ ان کی نگاہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کیا قدر و منزلت تھی؟

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک فقہی مسئلے میں حضرت معاویہؓ کی

---

(۱) حافظ ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ ج۸ ص ۱۳۱ طبع مصر۔

شکایت کی گئی تو آپؓ نے فرمایا:-

إنه فقيه. (یقیناً معاویہ فقیہ ہیں)۔[1]

(جو کچھ انہوں نے کیا اپنے علم وفقہ کی بناء پر کیا ہوگا) ایک اور روایت میں ہے کہ آپؓ نے جواب میں فرمایا:-

إنه قد صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم.[2]

ترجمہ:- معاویہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف اُٹھایا ہے (اس لئے ان پر اعتراض بے جا ہے)۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف اُٹھانا ہی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ کوئی فضیلت اس کے برابر نہیں ہوسکتی۔

اسی طرح ایک بار حضرت ابنِ عباسؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت کریب نے آکر آپؓ سے شکایت کے لہجے میں بیان کیا کہ حضرت معاویہؓ نے وتر کی تین رکعتوں کے بجائے ایک رکعت پڑھی ہے تو حضرت ابنِ عباسؓ نے جواب دیا:-

أصاب أي بني ليس أحد منا أعلم من معاوية.[3]

ترجمہ:- اے بیٹے! جو کچھ معاویہؓ نے کیا، صحیح کیا، کیونکہ ہم میں معاویہؓ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ آپ کے علم وتفقہ اور تقویٰ سے کس درجہ متاثر تھے، یہ حال تو دینی اُمور میں تھا، دُنیاوی اُمور میں حضرت ابنِ عباسؓ کا قول مشہور ہے:-

ما رأيت أخلق للملك من معاوية.[4]

---

(۱) ابنِ کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۲۳، مطبوعہ مصر۔

(۲) ابنِ حجرؒ: الاصابہ ج:۳ ص:۴۱۳، ایضاً صحیح بخاری ج:۱ ص:۵۳۱، مطبوعہ نور محمد دہلی ۱۳۵۷ھ۔

(۳) بیہقیؒ: سنن کبریٰ ج:۳ ص:۲۶، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۵۶ھ۔

(۴) ابنِ کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۵، طبع مصر، ابنِ اثیرؒ: تاریخ کامل ج:۴ ص:۵، ابنِ حجرؒ: الاصابہ ج:۳ ص:۴۱۳، مطبوعہ مصر۔

ترجمہ:- میں نے معاویہؓ سے بڑھ کر سلطنت اور بادشاہت کا لائق کسی کو نہ پایا۔

حضرت عمیر بن سعد کا قول حدیث کی مشہور کتاب ترمذی میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے عمیر بن سعدؓ کو حمص کی گورنری سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت معاویہؓ کو مقرر کیا تو کچھ لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں، حضرت عمیرؓ نے انہیں سختی سے ڈانٹا اور فرمایا:-

لا تذكروا معاوية إلّا بخير فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: اللّٰهم اهد به.[1]

ترجمہ:- معاویہؓ کا صرف بھلائی کے ساتھ ذکر کرو، کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق یہ دُعا دیتے سنا ہے: اے اللہ! اس کے ذریعہ سے ہدایت عطا فرما۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے معاویہؓ سے بڑھ کر سرداری کے لائق کوئی آدمی نہیں پایا۔[2]

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی آپس کی جنگوں میں غیر جانب دار رہے، فرمایا کرتے تھے:-

ما رأيت أحدًا بعد عثمان أقضى بحق من صاحب هذا الباب يعني معاوية.[3]

ترجمہ:- میں نے حضرت عثمانؓ کے بعد کسی کو معاویہؓ سے بڑھ کر حق کا فیصلہ کرنے والا نہیں پایا۔

حضرت قبیصہ بن جابر کا قول ہے:-

ما رأيت أحدًا أعظم حلمًا ولا أكثر سوددًا ولا أبعد إناة

---

(۱) جامع الترمذی ج:۲ ص:۲۴۷، مطبوعہ سعید کراچی۔

(۲) ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۵، مطبوعہ مصر۔

(۳) ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۳۔

ولا ألين مخرجًا ولا أرحب باعا بالمعروف من معاوية.[1]

ترجمہ:- میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو (حضرت) معاویہؓ سے بڑھ کر بُردبار، ان سے بڑھ کر سیادت کا لائق، ان سے زیادہ باوقار، ان سے زیادہ نرم دل اور نیکی کے معاملے میں ان سے زیادہ کشادہ دست ہو۔

ان چند روایات سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ آپ کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے؟ اور ان کی نگاہ میں آپؓ کا مرتبہ کیا تھا؟

حضرت معاویہؓ تابعینؒ کی نظر میں

تابعین کرامؒ میں آپ کی کیا حیثیت تھی؟ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دورِ خلافت میں کبھی کسی کو کوڑوں سے نہیں مارا، مگر ایک شخص جس نے حضرت معاویہؓ پر زبان درازی کی تھی، اس کے متعلق انہوں نے حکم دیا کہ اسے کوڑے لگائے جائیں۔[2]

حافظ ابنِ کثیرؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جو مشہور تابعینؒ میں سے ہیں، ان سے کسی نے حضرت معاویہؓ کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابن المبارکؒ جواب میں کہنے لگے: بھلا میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں؟ جس نے سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہو اور جب سرکارؐ نے "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہا تو انہوں نے جواب میں "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہا ہو۔[3]

انہی عبداللہ بن المبارکؒ سے ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ: یہ بتلایئے کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں سے کون افضل ہے؟ سوال کرنے

(۱) حافظ ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۵، جلال الدین سیوطیؒ: تاریخ الخلفاء ص:۱۵۶، طبع نور محمد کراچی۔

(۲) ابن عبدالبرؒ: الاستیعاب تحت الاصابہ ج:۳ ص:۳۸۳، مطبوعہ مصر، حافظ ابنِ کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۹۔

(۳) ابنِ کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۹۔

والے نے ایک جانب اس صحابی کو رکھا جس پر طرح طرح کے اعتراضات کئے گئے تھے، اور دوسری طرف اس جلیل القدر تابعیؒ کو جس کی جلالتِ شان پر تمام اُمت کا اتفاق ہے، یہ سوال سن کر عبداللہ ابن المبارکؒ غصے میں آ گئے اور فرمایا: ''تم ان دونوں کی آپس میں نسبت پوچھتے ہو، خدا کی قسم! وہ مٹی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے حضرت معاویہؓ کی ناک کے سوراخ میں چلی گئی، وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔''(۱)

اسی قسم کا سوال حضرت معافی بن عمرانؒ سے کیا گیا تو وہ بھی غضب ناک ہوگئے اور فرمایا: ''بھلا ایک تابعی کسی صحابی کے برابر ہوسکتا ہے؟ حضرت معاویہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، ان کی بہن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھیں، انہوں نے وحیِ خداوندی کی کتابت کی اور حفاظت کی، بھلا ان کے مقام کو کوئی تابعی کیسے پہنچ سکتا ہے؟''

اور پھر یہ حدیث پڑھ کر سنائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

جس نے میرے اصحاب اور رشتہ داروں کو بُرا بھلا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔(۲)

مشہور تابعی حضرت احنف بن قیسؒ اہلِ عرب میں بہت حلیم اور بُردبار مشہور ہیں، ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ: بُردبار کون ہے؟ آپ یا معاویہؓ؟ آپؒ نے فرمایا: بخدا میں نے تم سے بڑا جاہل کوئی نہیں دیکھا، (حضرت) معاویہؓ قدرت رکھتے ہوئے حلم اور بُردباری سے کام لیتے ہیں اور میں قدرت نہ رکھتے ہوئے بُردباری کرتا ہوں، لہٰذا میں ان سے کیسے بڑھ سکتا ہوں؟ یا ان کے برابر کیسے ہوسکتا ہے؟(۳)

---

(۱) حوالہ مذکورہ بالا۔

(۲) ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۹، مطبوعہ مصر۔

(۳) تاریخ طبری ج:۶ ص:۱۸۷، العقد الفرید ج:۸ ص:۱۶۵، بحوالہ ''حضرت معاویہؓ'' مؤلفہ حکیم محمود احمد ظفر۔

سوانح

جیسا کہ ہم اُوپر تحریر کر چکے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولادت بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل ہوئی اور آپؓ نے فتحِ مکہ کے موقع پر اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپؓ شام وغیرہ کے علاقوں میں مصروفِ جہاد رہے، اسی دوران آپؓ نے جنگِ یمامہ میں شرکت کی، بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ مدعیٔ نبوّت مسیلمہ کذّاب کو آپؓ ہی نے قتل کیا تھا، مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت وحشیؓ نے نیزہ مارا تھا اور آپؓ نے اس کے قتل میں مدد کی تھی۔ (۱)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور ۱۹ھ میں انہوں نے حضرت معاویہؓ کے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کو جو اس وقت شام کے گورنر تھے، حکم دیا کہ ''قیساریہ'' کو فتح کرنے کے لئے جہاد کریں، ''قیساریہ'' رُوم کا مشہور شہر اور رُومیوں کی فوجی چھاؤنی تھی، چنانچہ یزید بن ابی سفیانؓ نے شہر کا محاصرہ کرلیا، یہ محاصرہ طول کھینچ گیا تو یزید بن ابی سفیانؓ آپ کو اپنا نائب مقرّر کر کے دمشق چلے گئے، حضرت معاویہؓ نے ''قیساریہ'' کا محاصرہ جاری رکھا یہاں تک کہ شوال ۱۹ھ میں اسے فتح کرلیا۔ اس فتح کے ایک ماہ بعد ہی ذیقعدہ ۱۹ھ میں یزید بن ابی سفیانؓ طاعون کے مہلک مرض میں وفات پاگئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی موت کا بہت صدمہ ہوا اور کچھ عرصہ بعد آپؓ نے ان کے بھائی حضرت معاویہؓ کو شام کا گورنر بنادیا اور آپ کا وظیفہ ایک ہزار درہم ماہانہ مقرّر فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں آپؓ نے چار سال شام کے گورنر کی حیثیت سے گزارے، (۲) اس عرصے میں آپؓ نے رُوم کی سرحدوں پر جہاد جاری رکھا اور بہت سارے شہر فتح کئے۔ (۳)

---

(۱) حافظ ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۱۷۔

(۲) ابنِ عبدالبرؒ: الاستیعاب تحت الاصابہ ج:۳ ص:۳۷۵، ۳۷۶ و دیگر کتب تاریخ۔

(۳) علامہ ابنِ خلدونؒ: تاریخ ابنِ خلدون ج:۱ ص:۴۶۷، مطبوعہ دار الکتاب اللبنانی، بیروت ۱۹۵۶ء۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس عہدے پر نہ صرف باقی رکھا، بلکہ آپؓ کے حسنِ انتظام، تدبر اور سیاست سے متاثر ہوتے ہوئے حمص، قنسرین اور فلسطین کے علاقے بھی آپؓ کے ماتحت کردیئے۔[1] حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں کل بارہ سال یا اس سے کچھ زائد آپؓ نے گورنر کی حیثیت سے گزارے، اس عرصے میں بھی آپؓ اعلائے کلمۃ اللہ کے واسطے جہاد میں مصروف رہے۔

۲۵ھ میں آپؓ نے رُوم کی جانب جہاد کیا اور عموریہ تک جاپہنچے اور راستے میں فوجی مرکز قائم کیئے۔

قبرص، بحیرۂ رُوم میں شام کے قریب ایک نہایت زَرخیز اور خوب صورت جزیرہ ہے اور یورپ اور رُوم کی طرف سے مصر و شام کی فتح کا دروازہ ہے، اس مقام کی بہت زیادہ اہمت تھی کیونکہ مصر و شام جہاں اب اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا، ان کی حفاظت اس وقت تک نہ ہوسکتی تھی جب تک کہ بحری ناکہ مسلمانوں کے قبضے میں نہ آئے، اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے ہی سے آپؓ کی اس زرخیز، حسین اور اہم جزیرے پر نظر تھی اور ان کے دورِ خلافت میں آپ ان سے قبرص پر لشکرکشی کی اجازت طلب کرتے رہے مگر حضرت عمرؓ نے سمندر کی مشکلات اور دُوسری وجوہات کی بناء پر اجازت نہ دی، جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو آپؓ نے ان سے اجازت طلب کی اور اصرار کیا تو حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی اور آپؓ نے مسلمانوں کی تاریخ میں پہلی بار بحری بیڑہ تیار کرایا اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ہمراہ ۲۷ھ میں قبرص کی جانب روانہ ہوئے۔[2]

مسلمانوں کی تاریخ میں بحری بیڑے کی تیاری اور بحری جنگ کا یہ پہلا موقع تھا۔ ابنِ خلدونؒ لکھتے ہیں: ''حضرت معاویہؓ پہلے خلیفہ ہیں جنھوں نے بحری بیڑہ تیار

---

(۱) تاریخ ابنِ خلدون ج:۲ ص:۱۰۰۷، طبع بیروت۔

(۲) حافظ ذہبیؒ: العبر ج:۱ ص:۲۹، مطبع حکومۃ الکویت ۱۹۶۰ء، ایضاً تاریخ ابنِ خلدون ج:۲ ص:۱۰۰۸، طبع بیروت۔

کرایا اور مسلمانوں کو اس کے ذریعے جہاد کی اجازت دی[۱]۔" پہلی بار بحری بیڑہ تیار کرانا حضرت معاویہؓ کی محض ایک تاریخی خصوصیت ہی نہیں ہے بلکہ اس لحاظ سے نہایت عظیم سعادت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا بحری جہاد کرنے والوں کے حق میں جنت کی بشارت دی تھی، چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے:-

أوّل جيش من أمّتي يغزون البحر قد وجبوا.[۲]

ترجمہ:- میری اُمت کے پہلے لشکر نے جو بحری لڑائی لڑے گا،

اپنے اُوپر جنت واجب کر لی ہے۔

۲۷ھ میں آپؓ اس کی طرف اپنا بحری بیڑہ لے کر روانہ ہوئے اور ۲۸ھ میں وہ آپؓ کے ہاتھوں فتح ہوگیا،[۳] اور آپ نے وہاں کے لوگوں پر جزیہ عائد کیا۔[۴]

۳۳ھ میں آپؓ نے افرنطینہ، ملطیہ اور رُوم کے کچھ قلعے فتح کئے۔[۵]

۳۵ھ میں غزوۂ ذی خشب پیش آیا اور آپؓ نے اس میں امیرِ لشکر کی حیثیت سے شرکت فرمائی۔[۶]

۳۶ھ میں حضرت عثمانؓ شہید ہوگئے اور اس کے بعد جنگِ صفین وجمل کے مشہور واقعات پیش آئے، آپؓ کا موقف اس سلسلے میں یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کو ظلماً شہید کیا گیا ہے اس لئے قاتلوں سے قصاص لینے میں کسی قسم کی نرمی نہ برتی جائے، اور قاتلوں سے جو نرمی برتی جارہی ہے، ان کو عہدوں پر مامور کیا جارہا ہے اور وہ خلافت کے کاموں میں جو بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں، اس سلسلے کو ختم کیا جائے۔

---

(۱) مقدمہ ابن خلدون ص:۲۵۳، مطبوعہ بیروت۔

(۲) صحیح البخاری ج:۱ ص:۴۱۰، مطبوعہ نور محمد دہلی۔

(۳) جمال الدین یوسف: النجوم الزاہرۃ ج:۱ ص:۸۵، مطبوعہ مصر۔

(۴) ابن خلدون ج:۲ ص:۱۰۰۸ طبع بیروت۔

(۵) حافظ ذہبیؒ: العبر ج:۱ ص:۳۴، مطبوعہ کویت۔

(۶) جمال الدین یوسف: النجوم الزاہرۃ ج:۱ ص:۹۲۔

چنانچہ البدایہ والنہایہ میں مذکور واقعے سے آپ کے اس موقف کی مکمل وضاحت ہوتی ہے اور اس بے بنیاد الزام کی قلعی کھل جاتی ہے کہ آپؓ اقتدار کی خواہش کے لئے ایسا کر رہے تھے، علامہ ابنِ کثیرؒ لکھتے ہیں:-

وقد ورد من غير وجه أن أبا مسلم الخولاني وجماعة معه دخلوا علىٰ معاوية فقالوا له: أنت تنازع عليًّا أم أنت مثله؟ فقال: والله! إني لأعلم أنه خير مني وأفضل وأحق بالأمر مني ولٰكن ألستم تعلمون أن عثمان قُتِل مظلومًا وأنا ابن عمه وأنا أطلب بدمه وأمره إلي فقولوا له فليسلم إلي قتلة عثمان وأنا أسلم له أمره، فأتوا عليًّا فكلموه في ذٰلك فلم يدفع إليهم أحدا فعند ذٰلك صمم أهل الشام على القتال مع معاوية.(۱)

ترجمہ:- علامہ ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: مختلف سندوں سے ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے اختلاف کے دوران حضرت ابومسلم خولانی لوگوں کی ایک جماعت کے ہمراہ حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچے تاکہ ان کو حضرت علیؓ کی بیعت پر آمادہ کر سکیں، اور جا کر حضرت معاویہؓ سے کہا: تم علیؓ سے جھگڑ رہے ہو، کیا تمہارا خیال ہے کہ تم علم و فضل میں اس جیسے ہو؟ حضرت معاویہؓ نے جواب دیا: خدا کی قسم! میرا یہ خیال نہیں، میں جانتا ہوں کہ علیؓ مجھ سے بہتر ہیں، افضل ہیں اور خلافت کے بھی مجھ سے زیادہ مستحق ہیں، لیکن کیا تم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ عثمانؓ کو ظلماً شہید کیا گیا ہے اور میں اس کا چچازاد بھائی ہوں اس لئے مجھے ان کے خون کا قصاص اور بدلہ لینے کا زیادہ حق ہے۔ تم جا کر حضرت علیؓ سے یہ بات کہو کہ قاتلینِ عثمان کو میرے سپرد

(۱) حافظ ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۲۹، مطبوعہ مصر۔

کر دیں، میں خلافت کو ان کے سپرد کر دوں گا۔ یہ حضرات حضرت علیؓ کے پاس آئے، ان سے اس معاملے میں بات کی، لیکن انہوں نے (ان معقول دلائل و اعذار کی بناء پر جو ان کے پاس تھے) قاتلین کو ان کے حوالے نہیں کیا، اس موقع پر اہلِ شام نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس واقعے کے بعد اس شبہ اور بہتان کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ حضرت معاویہؓ ذاتی نام و نمود اور اقتدار کی خواہش کے لئے ایسا کر رہے تھے۔

اس بات کا اندازہ اس ایمان افروز خط سے لگایا جا سکتا ہے جو حضرت معاویہؓ نے ان ہی اختلافات کے دوران قیصرِ رُوم کو تحریر فرمایا تھا، رُوم کے بادشاہ قیصر نے عین اس وقت جبکہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا اختلاف شباب پر تھا اور قتل و قتال کی نوبت آ رہی تھی، ان اختلافات سے فائدہ اُٹھانا چاہا اور شام کے سرحدی علاقوں پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ کیا، حضرت معاویہؓ کو اس کی اطلاع مل گئی، آپؓ نے اسے ایک خط بھجوایا اور اس میں لکھا:-

مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ تم سرحد پر لشکر کشی کرنا چاہتے ہو، یاد رکھو! اگر تم نے ایسا کیا تو میں اپنے ساتھی (حضرت علیؓ) سے صلح کر لوں گا، اور ان کا جو لشکر تم سے لڑنے کے لئے روانہ ہوگا، اس کے ہراول دستے میں شامل ہو کر قسطنطنیہ کو جلا ہوا کوئلہ بنا کر رکھ دوں گا۔ جب یہ خط قیصرِ رُوم کے پاس پہنچا تو وہ اپنے ارادے سے باز آ گیا اور لشکر کشی سے رُک گیا،(۱) کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ کفر کے مقابلے میں اب بھی ایک جسم و جان کی طرح ہیں اور ان کا اختلاف، سیاسی لیڈروں کا اختلاف نہیں ہے۔

بہرحال یہ افسوسناک اختلاف اور قتال پیش آیا، اور دراصل اس میں بڑا

(۱) تاج العروس ج:۷ ص:۲۰۸، مادّہ: اصطفلین، مطبوعہ دار لیبیا، بنغازی۔

ہاتھ ان مفسدین کا تھا جو دونوں جانب غلط فہمیاں پھیلاتے اور جنگ کے شعلوں کو ہوا دیتے رہے۔

۳۷ھ میں صفر کے مہینے میں واقعۂ صفین پیش آیا،(۱) اس جنگ میں حضرت معاویہؓ کے ہمراہ ستر ہزار آدمی شریک ہوئے،(۲) جس میں صحابہؓ اور تابعینؒ شامل تھے۔ آپؓ کے اور حضرت علیؓ کے درمیان یہ جنگ چار پانچ سال تک جاری رہی۔(۳)

اس کے بعد حضرت علی کرّم اللہ وجہہ شہید کردیئے گئے، آپؓ پر بھی قاتلانہ حملہ کیا گیا اور آپؓ کو زخم آئے۔

حضرت علیؓ کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ خلافت پر متمکن ہوئے جو ابتداء ہی سے صلح جو اور مسلمانوں کے آپس کے قتال سے سخت متنفر تھے، شروع میں مفسدین نے انہیں بھی بھڑکایا مگر وہ ان کے کہے میں نہ آئے اور ۴۱ھ میں انہوں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر کے خلافت آپؓ کے سپرد کی، آپؓ نے ان کے لئے سالانہ دس لاکھ درہم وظیفہ مقرّر کردیا۔(۴)

حضرت حسن بصریؒ، حضرت معاویہؓ اور حضرت حسنؓ کے درمیان صلح کے واقعے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

استقبل واللہ الحسن بن علی معاویة بکتائب أمثال الجبال فقال عمرو بن العاص: إني لأرى کتائب لا تولی حتی یقتل أقرانها، فقال له معاویة وکان واللہ خیر الرجلین: أی عمرو إن قتل هؤلاء هؤلاء وهؤلاء هؤلاء من لی بأمور المسلمین؟ من لی بنسائهم؟ من لی بضیعتهم؟(۵)

---

(۱) حافظ ذہبیؒ: العبر ج:۱ ص:۳۸، مطبوعہ کویت۔

(۲) حافظ ذہبیؒ: العبر ج:۱ ص:۴۰، مطبوعہ کویت۔

(۳) ابن عبدالبرؒ: الاستیعاب تحت الاصابة ج:۳ ص:۳۷۶، مطبوعہ مصر۔

(۴) حافظ ذہبیؒ: العبر ج:۱ ص۴۹، مطبوعہ کویت۔

(۵) جمع الفوائد ص:۸۴۳، طبع مدینہ منورہ، صحیح البخاری ج:۱ ص:۳۷۲، ۳۷۳، مطبوعہ نور محمد دہلی۔

ترجمہ:- سیدنا حسنؓ پہاڑ جیسے لشکر لے کر حضرت معاویہؓ کے مقابلے پر سامنے آئے تو حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت معاویہؓ سے کہنے لگے: میں لشکروں کو دیکھ رہا ہوں کہ بغیر قتلِ عظیم کے واپس نہ لوٹیں گے (یعنی قتالِ عظیم ہوگا)۔ تو حضرت معاویہؓ فرمانے لگے: بتلاؤ! اگر انہوں نے انہیں قتل کیا اور ان لوگوں نے ان کو قتل کیا تو مسلمانوں کے معاملات کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ ان کی عورتوں کی رکھوالی کی ضمانت کون دے گا؟ اور یتیم بچوں اور مال و متاع کا ضامن کون ہوگا؟

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت معاویہؓ کے دِل میں قوم و ملت کا کتنا درد تھا اور وہ مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی کو کتنی بُری نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس کے علاوہ علامہ ابنِ خلدونؒ نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے صلح کا ارادہ کیا تو ایک سفید کاغذ منگوایا اور اس کے آخر میں اپنی مہر لگائی اور کاغذ حضرت حسنؓ کے پاس روانہ فرما کر کہلا بھیجا کہ یہ سفید کاغذ آپ کی طرف بھیج رہا ہوں اور اس کے آخر میں، میں نے اپنی مہر لگا دی ہے، آپ جو چاہیں شرطیں تحریر فرما دیں، مجھے منظور ہیں۔[1] چنانچہ حضرت حسنؓ نے کچھ شرطیں لکھ دیں اور اس طرح ۴۱ھ میں آپؓ کے اور حضرت حسنؓ کے درمیان صلح ہوگئی اور تمام مسلمانوں نے متفقہ طور پر آپؓ کو خلیفہ مقرر کر کے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس سال کو تاریخِ عرب میں ''عام الجماعۃ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کہ یہ وہ سال ہے کہ جس میں اُمت کا منتشر شیرازہ پھر مجتمع ہوگیا اور دُنیا بھر کے مسلمانوں نے ایک خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

علامہ ابنِ کثیرؒ لکھتے ہیں کہ: جب حضرت حسنؓ صلح کر کے مدینہ تشریف لائے تو ایک شخص نے حضرت معاویہؓ سے صلح کرنے پر آپؓ کو بُرا بھلا کہا تو آپؓ نے فرمایا:-

لا تقل ذٰلک فإنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) مقدمہ ابن خلدون ص: [illegible]، طبع [illegible]۔

یقول: لا تذهب الأيام والليالي حتّٰى يملك معاوية.[1]

ترجمہ:- مجھے بُرا بھلا مت کہو، کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رات اور دن کی گردش اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ معاویہؓ امیر نہ ہو جائیں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امیرالمؤمنین ہو جانے کے بعد جہاد کا وہ سلسلہ از سرِ نو شروع ہو گیا جو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بند ہو گیا تھا، آپؓ نے اہلِ رُوم سے جہاد کیا، آپؓ نے اہلِ رُوم کے خلاف سولہ جنگیں لڑیں، آپؓ نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، ایک حصے کو آپ گرمی کے موسم میں جہاد کے لئے روانہ فرما دیتے تھے، پھر جب سردیوں کا موسم آتا تو آپؓ دُوسرا تازہ دَم حصہ جہاد کے لئے بھیجتے تھے، آپؓ کی آخری وصیت بھی یہ تھی:-

شد خناق الروم.[2] (رُوم کا گلا گھونٹ دو)۔

۴۹ھ میں آپؓ نے قسطنطنیہ کی جانب زبردست لشکر روانہ کیا، جس کا سپہ سالار سفیان بن عوف کو مقرر کیا،[3] اس لشکر میں اَجلہ صحابہ کرامؓ شریک تھے، اور یہی وہ غزوہ ہے جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں ہی پیشین گوئی فرمادی تھی اور اس میں شریک ہونے والوں کے متعلق فرمایا تھا:-

أوّل جيش يغزو القسطنطينية مغفور لهم.[4]

ترجمہ:- پہلا وہ لشکر جو قسطنطنیہ کا جہاد کرے گا ان کو بخش دیا جائے گا۔

آپؓ ہی کے دورِ خلافت میں صقلیہ کے عظیم الشان جزیرے پر مسلمانوں

---

(۱) حافظ ابنِ کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۱، مطبوعہ مصر۔
(۲) ابنِ کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۳۔
(۳) التغری بردیؒ: النجوم الزاہرہ ج:۱ ص:۱۳۴۔
(۴) حافظ ابنِ کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۲۷۔

نے فوج کشی کی اور کثیر تعداد میں مالِ غنیمت مسلمانوں کے قبضے میں آیا تھا،(۱) نیز آپ ہی کے زمانے میں بحستان سے کابل تک کا علاقہ فتح ہوا اور سوڈان کا پورا ملک اسلامی حکومت کے زیرِ نگین آ گیا۔(۲)

ذیل میں ان غزوات کا ایک انتہائی اجمالی خاکہ پیشِ خدمت ہے جو حضرت معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں پیش آئے، اس سے قبل حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں حضرت معاویہؓ ایک طویل عرصہ تک شام کے گورنر رہے، اس دوران انہوں نے رُومی نصرانیوں کے خلاف بہت سے جہاد کئے، وہ سب ان کے علاوہ ہیں۔

غزوات(۳)

۲۷ھ اس سال آپؓ بحری بیڑہ لے کر قبرص کی جانب بڑھے، مسلمانوں کی تاریخ میں پہلی بحری جنگ تھی۔

۲۸ھ قبرص کا عظیم الشان جزیرہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔

۳۲ھ اس سال حضرت معاویہؓ نے قسطنطنیہ کے قریب کے علاقوں میں جہاد جاری رکھا۔

۳۳ھ افرنطیہ، ملطیہ اور رُوم کے کچھ قلعے فتح ہوئے۔

۳۵ھ آپؓ کی قیادت میں غزوۂ ذی خشب پیش آیا۔

۴۲ھ غزوۂ بحستان پیش آیا اور سندھ کا کچھ حصہ مسلمانوں کے زیرِ نگین آ گیا۔

۴۳ھ ملک سوڈان فتح ہوا اور بحستان کا مزید علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔

۴۴ھ کابل فتح ہوا اور مسلمان ہندوستان میں قندابیل کے مقام تک پہنچ گئے۔

۴۵ھ افریقہ پر لشکر کشی کی گئی اور ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے زیرِ نگین آیا۔

۴۶ھ صقلیہ (سسلی) پر پہلی بار حملہ کیا گیا اور کثیر تعداد میں مالِ غنیمت مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔

---

(۱) مقدمہ ابنِ خلدونؒ ص:۴۵۴، مطبوعہ بیروت۔

(۲) ابنِ حزمؒ: جوامع السیرۃ ص:۳۴۸، ایضاً سیوطیؒ: تاریخ الخلفاء ص:۱۴۹، طبع نور محمد۔

(۳) اس نقشے کے حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو: حافظ ذہبیؒ: العبر فی خبر من غبر ج:۱، مطبوعہ کویت ۱۹۶۰ء۔

۴۷ھ افریقہ کے مزید علاقوں میں غزوات جاری رہے۔

۵۰/۵۱ھ غزوۂ قسطنطنیہ پیش آیا، یہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا پہلا حملہ تھا۔

۵۴ھ مسلمان نہر جیحون کو عبور کرتے ہوئے بخارا تک جا پہنچے۔

۵۶ھ غزوۂ سمرقند پیش آیا۔

سیرت

آپؓ ایک وجیہ اور خوبصورت انسان تھے، رنگ گورا تھا اور چہرے پر وقار اور بُردباری تھی،[۱] حضرت مسلمؒ فرماتے ہیں کہ معاویہؓ ہمارے پاس آئے اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور حسین تھے۔[۲] اس ظاہر حسن و جمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو سیرت کی خوبیوں سے بھی نوازا تھا، چنانچہ ایک بہترین عادل حکمران میں جو اوصاف ہو سکتے ہیں وہ آپؓ کی ذات میں موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:۔

> تم قیصر و کسریٰ اور ان کی سیاست کی تعریف کرتے ہو، حالانکہ تم میں معاویہؓ موجود ہیں۔[۳]

حکمراں کی حیثیت سے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہوا، حضرت عثمانؓ کے زمانے سے باہمی خانہ جنگی کی وجہ سے فتوحات کا سلسلہ رُک گیا تھا، آپؓ کے عہدِ حکومت میں یہ سلسلہ پوری قوت کے ساتھ جاری ہوگیا، حضرت معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے زمانے ہی میں بحری فوج قائم کر لی تھی اور عبداللہ بن قیس حارثی کو اس کا افسر مقرر کیا تھا، اپنے عہدِ حکومت میں انہوں نے بحری فوج کو بہت ترقی دی، مصر و شام کے ساحلی علاقوں میں بہت سے جہاز سازی کے کارخانے

---

(۱) ابن حجرؒ: الاصابہ، البدایہ والنہایہ، ابن اثیرؒ وغیرہ۔

(۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج:۹ ص:۳۵۵۔

(۳) ابن طباطبا: الفخری ص:۲۹۔

قائم کئے، چنانچہ ایک ہزار سات سو جنگی جہاز رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہتے تھے، بحری فوج کے کمانڈر جنادہ بن ابی امیہ تھے، اس عظیم الشان بحری طاقت سے آپؓ نے قبرص، روڈس جیسے اہم یونانی جزیرے فتح کئے اور اسی بحری بیڑے سے قسطنطنیہ کے حملے میں بھی کام لیا۔

ڈاک کا محکمہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں قائم ہو چکا تھا، آپؓ نے اس کی تنظیم و توسیع کی اور تمام حدود سلطنت میں اس کا جال پھیلا دیا۔

آپؓ نے ایک نیا محکمہ ''دیوانِ خاتم'' کے نام سے بھی قائم کیا۔

نیز آپ نے خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے متعدد غلام مقرر فرمائے اور دیبا و حریر کا بہترین غلاف بیت اللہ پر چڑھایا۔

آپؓ اکتالیس سال امیر رہے،[1] حافظ ابن کثیرؒ آپؓ کے عہدِ حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> وأجمعت الرعايا على بيعته في سنة إحدى وأربعين كما قدمنا فلم يزل مستقلًا بالأمر في هذه المدة إلى هذه السنة التي كانت فيها وفاته، والجهاد في بلاد العدو قائم، وكلمة الله عالية، والغنائم ترد إليه من أطراف الأرض، والمسلمون معه في راحةٍ وعدلٍ وصفحٍ وعفو.[2]
>
> ترجمہ:۔ آپؓ کے دورِ حکومت میں جہاد کا سلسلہ قائم رہا، اللہ کا کلمہ بلند ہوتا رہا اور مالِ غنیمت سلطنت کے اطراف سے بیت المال میں آتا رہا، اور مسلمانوں نے راحت و آرام اور عدل و انصاف سے زندگی بسر کی۔

آپؓ تالیفِ قلب، عدل و انصاف اور حقوق کی ادائیگی میں خاص احتیاط

---

(۱) حافظ ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۷۔

(۲) حافظ ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۱۹۔

برتتے تھے[1] اسی وجہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ:-

ما رأیت أحدًا بعد عثمان أقضی بحق من صاحب هٰذا البیت.[2]

ترجمہ:- میں نے حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت معاویہؓ سے بڑھ کر کسی کو حق کا فیصلہ کرنے والا نہ پایا۔

حضرت ابو اسحاق السبیعیؒ فرمایا کرتے تھے:-

اگر تم حضرت معاویہؓ کو دیکھتے یا ان کا زمانہ پالیتے تو (عدل و انصاف کی وجہ سے) تم ان کو مہدی کہتے۔[3]

اور حضرت مجاہدؒ سے بھی منقول ہے کہ وہ فرماتے:-

اگر تم معاویہؓ کے دور کو پالیتے تو کہتے کہ مہدی تو یہ ہیں۔[4]

اسی طرح ایک بار امام اعمشؒ کی مجلس میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا تذکرہ ہوا تو امام اعمشؒ فرمانے لگے:-

اگر تم حضرت معاویہؓ کے زمانے کو پالیتے تو تمہیں پتہ چل جاتا، لوگوں نے پوچھا: ان کے حلم اور بردباری کا؟ فرمایا: نہیں! بلکہ ان کے عدل و انصاف کا۔[5]

آپؓ کی ان ہی خوبیوں کی وجہ سے حضرت امام اعمشؒ آپؓ کو "المصحف" کے نام سے یاد کرتے تھے۔[6]

آپؓ کا دور حکومت ہر اعتبار سے ایک کامیاب دور شمار کیا جاتا ہے، آپؓ کے دور میں مسلمان خوش حال رہے اور انہوں نے امن وچین کی زندگی گزاری، آپؓ

---

(۱) ابن تیمیہؒ: منہاج السنۃ ج:۲ ص:۲۸۳۔

(۲،۳) حافظ ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۳۔

(۴،۵) العواصم من القواصم ص:۲۰۵۔

(۶) قاضی ابوبکر بن عربیؒ: العواصم من القواصم ص:۲۰۰۔

نے رعایا کی بہتری اور دیکھ بھال کے لئے متعدّد اقدامات کئے، جن میں سے ایک انتظام آپؓ نے یہ کیا کہ ہر قبیلے اور قصبے میں آدمی مقرّر کئے جو ہر خاندان میں گشت کرکے یہ معلوم کرتے کہ کوئی بچہ تو پیدا نہیں ہوا؟ یا کوئی مہمان باہر سے آ کر تو یہاں نہیں ٹھہرا؟ اگر کسی بچے کی پیدائش یا کسی مہمان کی آمد کا علم ہوتا تو اس کا نام لکھ لیتے اور پھر بیت المال سے اس کے لئے وظیفہ جاری کر دیا جاتا تھا۔[1]

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ''الادب المفرد'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حکم دیا تھا کہ دمشق کے غنڈوں اور بدمعاشوں کی فہرست بنا کر مجھے بھیجی جائے،[2] اس کے علاوہ آپؓ نے رفاہِ عامہ کے لئے نہریں کھدوائیں، جو نہریں بند ہوچکی تھیں انہیں جاری کروایا، مساجد تعمیر کرائیں اور عامۃ المسلمین کی بھلائی اور بہتری کے لئے اور کئی دُوسرے اقدامات کئے۔ آپؓ کے ان اقدامات کی وجہ سے عوام بھی آپؓ سے محبت کرتے تھے اور آپؓ پر جان نثار کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔

ابنِ تیمیہؒ لکھتے ہیں:۔

> كانت سيرة معاوية مع رعيته من خيار أمير الولاة وكان رعيته يحبونه، وقد ثبت في الصحيحين عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: خيار أئمتكم الذين تحبونهم ويحبونكم وتصلون عليهم ويصلون عليكم.[3]
>
> ترجمہ:۔ حضرت معاویہؓ کا برتاؤ اپنی رعایا کے ساتھ بہترین حکمران کا برتاؤ تھا اور آپؓ کی رعایا آپ سے محبت کرتی تھی، اور صحیحین (بخاری ومسلم) میں حدیث ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اُمراء میں سب سے بہتر اُمیر وہ ہیں کہ تم ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے، اور تم ان پر رحمت

---

(۱) ابن تیمیہؒ: منہاج السنۃ ج:۳ ص:۱۸۵۔

(۲) امام بخاریؒ: الادب المفرد ص:۵۵۲، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی۔

(۳) ابن تیمیہؒ: منہاج السنۃ ج:۳ ص:۱۸۹۔

بھیجتے ہو اور وہ تم پر۔

یہی وجہ تھی کہ اہلِ شام آپؓ پر جان چھڑکتے تھے اور آپؓ کے ہر حکم کی دل و جان سے تعمیل کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکریوں سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

> کیا یہ عجیب بات نہیں کہ معاویہؓ اکھڑ جاہلوں کو بلاتے ہیں تو وہ بغیر عطیہ اور داد و دہش کے اس کی پیروی کرتے ہیں اور سال میں دو تین بار جدھر چاہیں ادھر انہیں لے جاتے ہیں، اور میں تمہیں بلاتا ہوں حالانکہ تم لوگ عقل مند ہو اور عطیات پاتے رہتے ہو مگر تم میری نافرمانی کرتے ہو، میرے خلاف کھڑے ہو جاتے ہو اور میری مخالفت کرتے رہتے ہو۔[1]

آپؓ کی رعایا کے آپؓ پر فدا ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ آپؓ رعایا کے ایک ادنیٰ فرد کی مصیبت اور اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرتے تھے اور ان کی تکلیف دور کرنے میں کسی قسم کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتے تھے، چنانچہ ایک واقعے سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت ثابت جو ابوسفیانؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں روم کے ایک غزوہ میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ شریک تھا، جنگ کے دوران ایک عام سپاہی اپنی سواری سے گر پڑا اور اُٹھ نہ سکا، تو اس نے لوگوں کو مدد کے لئے پکارا، سب سے پہلے جو شخص اپنی سواری سے اتر کر اس کی مدد کو دوڑا وہ حضرت معاویہؓ تھے۔[2]

آپؓ کے ان اوصاف اور آپؓ کے دورِ حکومت کی ان خصوصیات کا اعتراف عام مؤرخین کے علاوہ خود شیعہ مؤرخین کو بھی کرنا پڑا، چنانچہ شیعی مؤرخ امیر علی لکھتے ہیں:۔

---

(۱) تاریخ طبری ج:۵ ص:۱۲۸۔

(۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج:۹ ص:۳۵۷۔

> مجموعی طور پر حضرت معاویہؓ کی حکومت اندرونِ ملک بڑی خوشحال اور پُر امن تھی اور خارجہ پالیسی کے لحاظ سے بڑی کامیاب تھی۔[1]

اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عام مسلمانوں کے معاملات میں دلچسپی لیتے، ان کی شکایت کو بغور سنتے اور پھر حتی الامکان انہیں دُور فرماتے تھے۔

حضرت معاویہؓ کے روز مرّہ کے معمولات

مشہور مؤرخ مسعودی نے آپؓ کے دن بھر کے اوقات کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے، مسعودی لکھتے ہیں[2]:-

''آپؓ فجر کی نماز ادا کر کے زیرِ سلطنت ممالک سے آئی ہوئی رپورٹیں سنتے پھر قرآنِ حکیم کی تلاوت فرماتے اور تلاوت کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور وہاں ضروری احکامات جاری کرتے، پھر نمازِ اشراق ادا کر کے باہر تشریف لاتے اور خاص خاص لوگوں کو طلب فرماتے اور ان کے ساتھ دن بھر کے ضروری اُمور کے متعلق مشورہ کرتے، اس کے بعد ناشتہ لایا جاتا جو رات کے بچے ہوئے کھانے میں سے ہوتا، پھر آپؓ کافی دیر تک مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہتے اور اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔ تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لاتے اور مسجد میں مقصورہ سے کمر لگا کر کرسی پر بیٹھ جاتے، اس وقت میں عام مسلمان جن میں کمزور، دیہاتی، بچے، عورتیں سب شامل ہوتے، آپؓ کے پاس آتے اور اپنی ضرورتیں، تکلیفیں بیان کرتے تھے، آپؓ ان سب کی دل دہی کرتے، ضرورتیں پوری فرماتے اور ان کی تکلیفوں کو دُور کرتے تھے۔ جب تمام لوگ اپنی حاجتیں بیان کر لیتے اور آپؓ ان کے متعلق احکام جاری فرما دیتے اور کوئی باقی نہ بچتا تو آپؓ اندر تشریف لے جاتے اور وہاں خاص خاص لوگوں، معززین اور اشرافِ قوم سے ملاقات فرماتے، آپؓ ان سے کہتے:-

---

(۱) بحوالہ ''حضرت معاویہؓ'' مؤلفہ: حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی۔

(۲) یاد رہے کہ یہ مشہور متعصب معتزلی مؤرخ ہیں۔

> حضرات! آپ کو اَشرافِ قوم اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کو اس مجلسِ خصوصی میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہے، لہٰذا آپ کا فرض ہے جو لوگ یہاں حاضر نہیں ہیں ان کی ضرورتیں بیان کریں۔

وہ ضرورتیں بیان کرتے اور آپؓ ان کو پورا فرماتے، پھر دوپہر کا کھانا لایا جاتا اور اس وقت کا تب بھی حاضر ہوتا، وہ آپؓ کے سرہانے کھڑا ہوجاتا اور باریاب ہونے والوں کو ایک ایک کرکے پیش کرتا اور جو کچھ وہ اپنی مشکلات اور معروضات تحریر کرکے لاتے، آپؓ کو پڑھ کر سناتا رہتا، آپؓ کھانا کھاتے جاتے اور اَحکام لکھواتے جاتے تھے اور ہر باریاب ہونے والا شخص جب تک حاضر رہتا کھانے میں شریک رہتا، پھر آپؓ گھر تشریف لے جاتے اور ظہر کی نماز کے وقت تشریف لاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد خاص مجلس ہوتی جس میں وزراء سے ملکی اُمور کے متعلق مشورہ ہوتا اور اَحکامات جاری ہوتے۔ یہ مجلس عصر تک جاری رہتی، آپؓ عصر کی نماز ادا کرتے اور پھر عشاء کے وقت تک مختلف اُمور میں مشغول رہتے، عشاء کی نماز کے بعد اُمراء سے اُمورِ سلطنت پر گفتگو ہوتی۔ یہ گفتگو ختم ہوتی اور علمی مباحث چھڑ جاتے اور یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا تھا۔[1]" مسعودی کا بیان ہے کہ آپؓ نے دن میں پانچ اوقات ایسے رکھے ہوئے تھے جن میں لوگوں کو عام اجازت تھی کہ وہ آئیں اور اپنی شکایات بیان کریں۔

حلم، بُردباری اور نرم خوئی

آپؓ اس درجہ کے حلیم اور بُردبار تھے کہ آپؓ کا حلم ضرب المثل بن گیا، اور آپ کے تذکرے کے ساتھ حلم کا تصور اتنا لازم ہوگیا کہ بغیر اس کے آپؓ کا تذکرہ نامکمل ہے، آپؓ کے مخالفین کے آپؓ کے پاس آتے اور بسا اوقات انتہائی نازیبا رویہ اور سخت کلامی کے ساتھ پیش آتے، مگر آپؓ اسے ہنسی میں ٹال دیتے، یہی وہ رویہ تھا جس نے بڑے بڑے سرداروں اور آپؓ کے مخالفوں کو آپ کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کردیا، چنانچہ حضرت قبیصہ بن جابر کا قول ہے کہ:۔

(۱) ملخص از مسعودی: مروج الذہب بہامش کامل ابن اثیر ج:۲ ص:۱۰۳ تا ۱۰۵۔

میں نے حضرت معاویہؓ سے بڑھ کر کسی کو بُردبار نہیں پایا۔[1]

ابنِ عون کا بیان ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ایک عام آدمی کھڑا ہوتا اور ان سے کہتا: اے معاویہ! تم ہمارے ساتھ ٹھیک ہوجاؤ ورنہ ہم تمہیں سیدھا کردیں گے، اور سیدنا معاویہؓ فرماتے: بھلا کس چیز سے سیدھا کروگے؟ تو وہ جواب میں کہتا کہ لکڑی سے، آپؓ فرماتے: اچھا! پھر ہم ٹھیک ہوجائیں گے۔[2]

حضرت مسورؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ شروع میں آپ کے مخالف تھے پھر وہ آپ کے پاس اپنی کسی حاجت سے آئے، آپؓ نے وہ حاجت پوری کی، پھر انہیں بلایا اور فرمایا: اے مسور! تم ہم پر کیا کچھ طعن و تشنیع کرتے رہے ہو؟ حضرت مسورؓ نے جواب دیا: اے امیرالمؤمنین! جو کچھ ہوا اسے بھول جایئے۔ آپؓ نے فرمایا: نہیں! وہ سب باتیں جو تم میرے متعلق کہا کرتے تھے بیان کرو۔ چنانچہ حضرت مسورؓ نے وہ تمام باتیں آپؓ کے سامنے دُہرادیں جو وہ آپؓ کے متعلق کہا کرتے تھے، آپؓ نے خندہ پیشانی کے ساتھ تمام الزامات کو سنا اور ان کا جواب دیا، آپؓ کے اس رویہ کا اثر یہ ہوا کہ اس واقعے کے بعد حضرت مسورؓ جب بھی حضرت معاویہؓ کا ذکر کرتے، بہترین الفاظ میں کرتے اور ان کے لئے دُعائے خیر کیا کرتے تھے۔[3]

آپؓ کے حلم اور بُردباری کے واقعات کتبِ تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔ منہ پھٹ لوگ اور مخالفین آتے اور جس طرح منہ میں آتا، شکایتیں پیش کرتے، مگر آپ انتہائی بُردباری سے کام لیتے، ان کی شکایات سنتے، ان کی تکلیفوں کو حتی الامکان دُور کرتے اور ان کو انعامات سے نوازتے تھے، اسی کا نتیجہ تھا کہ جب وہ آپؓ کی مجلس سے اُٹھتے تو آپؓ کے گرویدہ ہوکر مجلس سے باہر آتے، خود حضرت معاویہؓ کا قول ہے کہ:-

غصے کے پی جانے میں جو مزہ مجھے ملتا ہے وہ کسی شے میں نہیں ملتا۔[4]

---

(۱) النجوم الزاہرۃ ج:۱ ص:۶۴۔

(۲) حافظ ذہبیؒ: تاریخ الاسلام ج:۲ ص:۳۲۳۔

(۳) خطیب بغدادیؒ: تاریخ بغداد ج:۱ ص:۲۰۸، مطبوعہ بیروت۔

(۴) تاریخ طبری ج:۲ ص:۱۵۷، مطبوعہ حیدرآباد دکن۔

مگر یہ سب حلم اور بُردباری اس وقت تک ہوتی جب تک کہ دین اور سلطنت کے اُمور پر زد نہ پڑتی ہو، اسی وجہ سے اگر کہیں سختی کرنے کا موقع ہوتا تو سختی بھی فرماتے اور اُصولوں پر کسی قسم کی مداہنت برداشت نہ کرتے، چنانچہ آپؓ کا قول ہے کہ:-

إنـي لا أحول بين الناس وبين ألسنتهم ما لم يحولوا بيننا وبين ملكنا.(۱)

ترجمہ:- میں لوگوں اور ان کی زبانوں کے درمیان اس وقت تک حائل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ہمارے اور ہماری سلطنت کے درمیان حائل نہ ہونے لگیں۔

اسی طرح ایک اور موقع پر حضرت معاویہؓ اُصولِ سیاست بیان کرتے ہوئے فرماتے:-

جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے وہاں تلوار کام میں نہیں لاتا، جہاں زبان کام دیتی ہے وہاں کوڑا کام میں نہیں لاتا، اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر تعلق بھی قائم ہو اسے قطع نہیں ہونے دیتا، جب لوگ اسے کھینچتے ہیں تو میں ڈھیل دے دیتا ہوں، اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں۔(۲)

عفو و درگزر اور حسنِ اخلاق

حق تعالٰی نے آپ کو دیگر صفات محمودہ کے علاوہ حسنِ خلق اور عفو و درگزر کی اعلٰی صفات سے بھی نوازا تھا، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مخالفین اور جہلاء آپؓ کے پاس آتے، بدتہذیبی کے ساتھ پیش آتے اور آپؓ بلند حوصلگی سے کام لے کر درگزر کرتے، اس سلسلے میں ایک عجیب و غریب واقعے کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا جس سے

---

(۱) ابن اثیر: تاریخ کامل ج:۴ ص:۵۔

(۲) یعقوبی ج:۲ ص:۲۳۸۔

حضرت معاویہؓ کے صبر و تحمل، فداکاری اور اطاعتِ رسولؐ پر روشنی پڑتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ بابرکات میں حضرت وائل بن حجرؓ جو "حضرموت" کے بادشاہ کے بیٹے تھے، آپؐ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد کچھ روز آپؐ کے پاس مقیم رہے، جب وہ واپس ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کو کسی ضرورت کی وجہ سے ان کے ساتھ کردیا، حضرت معاویہؓ ساتھ ہولئے، یہ پیدل تھے اور وائل بن حجرؓ اُونٹ پر سوار۔ حضرت وائلؓ خاندانی شہزادے تھے اور نئے نئے اسلام لائے تھے، اس لئے شہزادگی کی خو بو ابھی باقی تھی اس لئے انہوں نے حضرت معاویہؓ کو ساتھ بٹھانا گوارا نہ کیا، کچھ دُور تک تو حضرت معاویہؓ پیدل چلتے رہے مگر عرب کی صحرا کی گرمی، الامان والحفیظ! جب پاؤں تپتی ہوئی ریت میں جھلسنے لگے تو تنگ آکر حضرت وائلؓ سے گرمی کی شکایت کی اور کہا کہ: "مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کرلیجئے" مگر وہ شہزادگی کی شان میں تھے، کہنے لگے: "یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تمہیں سوار کرلوں، تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کے ساتھ سوار ہوسکتے ہیں۔" حضرت معاویہؓ نے کہا: "اچھا! اپنے جوتے ہی دے دیجئے کہ ریت کی گرمی سے کچھ بچ جاؤں" مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کردیا اور کہنے لگے: "تمہارے لئے بس اتنا شرف کافی ہے کہ میری اُونٹنی کا جو سایہ زمین پر پڑ رہا ہے اس پر پاؤں رکھ کر چلتے رہو۔ مختصر یہ کہ انہوں نے نہ حضرت معاویہؓ کو سوار ہونے دیا اور نہ اس قیامت خیز گرمی سے بچنے کا کوئی اور انتظام کیا اور سارا راستہ حضرت معاویہؓ نے پیدل طے کیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت معاویہؓ بھی خاندانی اعتبار سے کچھ کم رتبہ نہیں تھے وہ بھی سردارِ قریش کے بیٹے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کے لئے پیشانی پر شکن لائے بغیر ان کے ساتھ چلتے رہے۔

مگر یہی وائل بن حجرؓ حضرت معاویہؓ کے پاس اس وقت آتے ہیں جب وہ خلیفہ بن چکے ہیں تو حضرت معاویہؓ انہیں پہچانتے ہیں اور وہ سارا واقعہ ان کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے، مگر اس کے باوجود وہ سب کچھ بھلا کر ان کی بھرپور مہمان داری

کرتے ہیں اور ان کے ساتھ انتہائی عزت و اکرام کا برتاؤ کرتے ہیں۔[1] اس واقعے سے آپؓ کے اخلاقِ کریمانہ، بلند حوصلگی اور عفو و درگزر کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

عشقِ نبوی

آپؓ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا تعلق اور عشق تھا، ایک مرتبہ آپؓ کو پتہ چلا کہ بصرہ میں ایک شخص ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے، آپؓ نے وہاں کے گورنر کو خط لکھا کہ تم فوراً اسے عزت و اکرام کے ساتھ یہاں روانہ کرو، چنانچہ اسے عزت و اکرام کے ساتھ لایا گیا، آپؓ نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا، اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس کو انعامات اور خلعت سے نوازا۔[2]

اسی عشقِ رسولؐ کی بناء پر آپؓ نے سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے کٹے ہوئے ناخن، ایک کپڑا اور بال مبارک سنبھال کر حفاظت کے ساتھ رکھے ہوئے تھے جن کے متعلق آپؓ نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ انہیں میری ناک، کان اور آنکھوں میں رکھ کر مجھے دفنا دیا جائے۔[3]

اسی طرح وہ چادر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن زہیرؓ کو ان کا قصیدہ سن کر مرحمت فرمائی تھی، اسے آپؓ نے رقم دے کر حاصل کیا تھا۔[4]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی تعلق کی وجہ سے آپؓ کی بہت سی اداؤں میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کی جھلک پائی جاتی تھی، چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:-

> میں نے نماز پڑھنے میں کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنا مشابہ نہیں پایا، جتنے حضرت معاویہؓ آپؐ کے مشابہ تھے۔[5]

---

(۱) ابن عبدالبرؒ: الاستیعاب تحت الاصابہ ج:۳ ص:۴۰۵، مطبوعہ مصر، ایضاً تاریخ ابن خلدون ج:۲ ص:۸۳۵، مطبوعہ بیروت۔

(۲) المحبر ص:۴۷۔

(۳) ابن اثیرؒ: تاریخ کامل ج:۴ ص:۳، ابن عبدالبرؒ: الاستیعاب تحت الاصابہ ج:۳ ص:۳۸۰۔

(۴) تاریخ ابن خلدون ج:۲ ص:۸۸، طبع بیروت۔

(۵) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج:۹ ص:۳۵۷۔

یہی عشقِ رسولؐ تھا، جس کی وجہ سے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول وفعل کو دل و جان سے قبول کرتے تھے۔

حضرت جبلہ بن سحیم بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت معاویہؓ کی خلافت کے دوران ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ گلے میں رسّی پڑی ہوئی ہے جسے ایک بچہ کھینچ رہا ہے اور آپؓ اس سے کھیل رہے ہیں، جبلہ بن سحیم کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے امیرالمؤمنین! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

حضرت معاویہؓ نے جواب دیا: ''بیوقوف چپ رہو! میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کسی کے پاس بچہ ہو تو وہ بھی بچوں کی سی حرکتیں کرلیا کرے تاکہ بچہ خوش ہوجائے''۔ (۱)

اطاعتِ پیمبرؐ

اطاعتِ رسولؐ کی ایک نادر مثال وہ واقعہ ہے جو مشکوٰۃ شریف میں منقول ہے کہ حضرت معاویہؓ اور اہلِ رُوم کے درمیان ایک مرتبہ صلح کا معاہدہ ہوا، صلح کی مدّت کے دوران آپؓ اپنی فوجوں کو رُوم کی سرحدوں پر جمع کرتے رہے، مقصد یہ تھا کہ جونہی مدّتِ معاہدہ ختم ہوگی فوراً حملہ کردیا جائے گا، رُومی حکام اس خیال میں ہوں گے کہ ابھی تو مدت ختم ہوئی ہے اتنی جلدی مسلمانوں کا ہم تک پہنچنا ممکن نہیں، اس لئے وہ حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے اور اس طرح فتح آسان ہوجائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور جیسے ہی مدّت پوری ہوئی آپؓ نے پوری قوت سے رُومیوں پر یلغار کردی وہ لوگ اس ناگہانی حملے کی تاب نہ لاسکے اور پسپا ہونے لگے، آپؓ رُوم کا علاقہ فتح کرتے ہوئے چلے جارہے تھے کہ ایک صحابی حضرت عمرو بن عبسہؓ پکارتے ہوئے آئے: ''وفاءٌ لا غدر'' مؤمن کا شیوہ وفا ہے، غدر و خیانت نہیں۔

آپؓ نے پوچھا: کیا بات ہے؟

وہ کہنے لگے: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ:

---

(۱) سیوطی: تاریخ الخلفاء، ص:۱۵۴۔

''جب دو قوموں کے درمیان کوئی صلح کا معاہدہ ہو تو اس معاہدے کی مدت میں نہ تو کوئی فریق عہد کھولے، نہ باندھے (یعنی اس میں کوئی تغیر نہ کرے) یہاں تک کہ مدت گزر جائے۔''

حضرت عمرو بن عبسہؓ کا مقصد یہ تھا کہ اس حدیث کی رُو سے جنگ بندی کے دوران جس طرح حملہ کرنا ناجائز ہے، اسی طرح دُشمن کے خلاف فوجوں کو لے کر روانہ ہونا بھی جائز نہیں، چنانچہ جب حضرت معاویہؓ نے سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تو فوراً حکم دیا کہ فوجیں واپس ہو جائیں، چنانچہ پورا لشکر واپس ہو گیا اور جو علاقہ فتح ہو چکا تھا اسے بھی خالی کر دیا گیا۔(۱) ایفائے عہد کی یہ حیرت انگیز مثال شاید ہی کسی اور قوم کے پاس ہو کہ عین اس وقت جبکہ تمام فوجیں فتح کے نشے میں چور ہوں، صرف ایک جملہ سن کر سارا علاقہ خالی کرنے کا حکم دے دیا اور لشکر کا ایک ایک فرد کسی حیل و حجت کے بغیر فوراً واپس لوٹ گیا۔

اسی طرح ایک بار حضرت ابومریم الازدی رضی اللہ عنہ آپؓ کے پاس گئے، آپؓ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟

کہنے لگے: میں نے ایک حدیث سنی ہے وہ آپ کو سنانے آیا ہوں، اور وہ حدیث یہ ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ: ''جس شخص کو اللہ نے مسلمانوں پر مقرر کیا اور اس نے مسلمانوں اور اپنے درمیان پردے حائل کر لئے تو اللہ اس کے اور اپنے درمیان پردے حائل کر دے گا۔'' ابومریم الازدیؓ بیان کرتے ہیں کہ جیسے ہی مجھ سے حضرت معاویہؓ نے یہ حدیث سنی فوراً حکم دیا کہ ایک آدمی مقرر کیا جائے جو لوگوں کی حاجتوں کو ان کے سامنے پیش کرتا رہے۔(۲)

خشیتِ باری تعالیٰ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسے بہت سے واقعات ملتے

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب الامان ص:۳۴۷، مطبوعہ نور محمد کراچی، رواہ ابوداؤد والترمذی۔

(۲) حافظ ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۲۶۔

ہیں جن سے آپؓ کے خوف و خشیت اور فکرِ آخرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپؓ مؤاخذۂ قیامت کے خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے اور اس کے عبرت آموز واقعات سن کر زار و قطار روتے تھے۔

علامہ ذہبیؒ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جمعہ کو دمشق کی جامع مسجد میں خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے اور فرمایا:-

إن المال مالنا والفيء فيئنا، من شئنا أعطينا ومن شئنا منعنا۔(1)

ترجمہ:- جو کچھ مال ہے وہ سب ہمارا ہے اور جو کچھ مالِ غنیمت ہے وہ بھی صرف ہمارا ہے، ہم جس کو چاہیں گے دیں گے اور جس سے چاہیں گے روک لیں گے۔

آپؓ نے یہ بات کہی، کسی نے اس کا جواب نہ دیا، اور بات آئی گئی ہوگئی، دوسرا جمعہ آیا اور آپؓ خطبے کے لئے تشریف لائے تو آپؓ نے پھر یہی بات دہرائی، پھر کسی نے جواب نہ دیا اور خاموشی طاری رہی، تیسرا جمعہ آیا اور آپؓ نے پھر یہی فرمایا تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا:-

"ہرگز نہیں! مال ہمارا ہے اور مالِ غنیمت کا مال بھی ہمارا ہے، جو ہمارے اور اس کے درمیان حائل ہوگا، ہم تلواروں کے ذریعے اللہ تک اس کا فیصلہ لے جائیں گے۔" یہ سن کر آپؓ منبر سے اتر آئے اور اس آدمی کو بلا بھیجا اور اندر لے گئے، لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں، آپؓ نے حکم دیا کہ سب دروازے کھول دیئے جائیں اور لوگوں کو اندر آنے دیا جائے، لوگ اندر گئے تو دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔

حضرت معاویہؓ نے فرمایا: اللہ اس شخص کو زندگی عطا فرمائے، اس نے مجھے زندہ کردیا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، آپؐ فرماتے تھے: "میرے بعد کچھ حکمران ایسے آئیں گے جو (غلط) بات کہیں گے اور ان پر نکیر نہیں ہوگی اور

---

(1) ترمذی، ابواب الزہد، بحوالہ تاریخ اسلام، از شاہ معین الدین ندوی ج:۲ ص:۴۳، مطبوعہ اعظم گڑھ۔

ایسے حکمران جہنم میں جائیں گے" تو میں نے یہ بات پہلے جمعہ کو کہی اور کسی نے جواب نہ دیا تو میں ڈرا کہیں میں بھی ان حکمرانوں میں سے نہ ہو جاؤں، پھر دوسرا جمعہ آیا اور اس میں بھی یہ واقعہ پیش آیا تو مجھے اور فکر ہوگئی، یہاں تک کہ تیسرا جمعہ آیا اور اس شخص نے میری بات پر نکیر کی اور مجھے ٹوکا تو مجھے اُمید ہوئی کہ میں ان حکمرانوں میں سے نہیں ہوں۔[1]

سادگی اور فقر و استغناء

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے اس بات کا پروپیگنڈا بڑی شدّ و مدّ کے ساتھ کیا ہے کہ آپؓ ایک جاہ پسند انسان تھے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

حضرت ابو مجلزؒ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت معاویہؓ کو کسی مجمع میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں جو لوگ موجود تھے وہ احتراماً آپؓ کے لئے کھڑے ہوگئے، مگر آپؓ نے اس کو بھی ناپسند کیا اور فرمایا:-

ایسا مت کیا کرو! کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے واسطے کھڑے ہوا کریں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔[2]

آپؓ کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ یونس بن میسرہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت معاویہؓ کو دمشق کے بازاروں میں دیکھا، آپؓ کے بدن پر پیوند لگی ہوئی قمیص تھی اور آپؓ دمشق کے بازاروں میں چکر لگا رہے تھے۔[3]

اسی طرح ایک مرتبہ لوگوں نے آپؓ کو دمشق کی جامع مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا کہ آپؓ کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے ہیں۔[4]

---

(۱) حافظ ذہبیؒ: تاریخ الاسلام ج:۲ ص:۳۲۱ و ۳۲۲۔

(۲) الفتح الربانی علی ترتیب مسند الامام احمدؒ ج:۲۲ ص:۳۵۷

(۳) حافظ ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۴۔

(۴) حافظ ابن کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۳۵۔

یہ تو آپؓ کی طبعی سادگی اور استغناء کی شان تھی مگر شام کی گورنری کے دوران آپؓ نے ظاہری شان وشوکت کے طریقے بھی اختیار کئے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ علاقہ سرحدی علاقہ تھا اور آپؓ چاہتے تھے کہ کفار کے دِلوں پر مسلمانوں کی شان و شوکت کا دبدبہ قائم رہے، شروع شروع میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپؓ کی یہ ظاہری شان وشوکت ناگوار بھی ہوئی اور انہوں نے آپؓ سے اس کے متعلق بازپرس کی، آپؓ نے جواب میں کہا: اے امیرالمؤمنین! ہم ایک ایسی سرزمین میں ہیں جہاں دُشمن کے جاسوس ہر وقت کثیر تعداد میں رہتے ہیں، لہٰذا ان کو مرعوب کرنے کے لئے یہ ظاہری شان وشوکت دِکھانا ضروری ہے، اسی میں اسلام اور اہلِ اسلام کی بھی عزّت ہے۔

اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی حضرت عمر فاروقؓ کے ہمراہ تھے، وہ آپ کے اس حکیمانہ جواب کو سن کر کہنے لگے: ''امیرالمؤمنین! دیکھئے کس بہترین طریقے سے انہوں نے اپنے آپ کو الزام سے بچالیا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''اسی لئے تو ہم نے ان کے کاندھوں پر یہ بارِ گراں ڈالا ہے۔''(۱)

علم وتفقہ

اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو علومِ دِینیہ میں کامل دسترس اور کمالِ تفقہ عطا فرمایا تھا، ابنِ حزمؒ لکھتے ہیں: آپؓ کا شمار ان صحابہؓ میں سے ہے جو صاحبِ فتویٰ ہونے کی حیثیت سے ہیں۔(۲) نیز ابنِ حجرؒ نے بھی آپؓ کو ان صحابہؓ کے متوسط طبقے سے شمار کیا ہے جو مسائلِ شرعیہ میں فتویٰ دیتے تھے۔(۳)

حضرت ابنِ عباسؓ آپؓ کے متعلق فرمایا کرتے تھے: ''إنه فقيه'' یعنی حضرت معاویہؓ یقیناً فقیہ ہیں۔

---

(۱) حافظ ابنِ کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۲۴ و ۱۲۵۔

(۲) ابنِ حزمؒ: جوامع السیرۃ ص:۳۲۰۔

(۳) ابنِ حجرؒ: الاصابہ فی تمییز الصحابۃ ج:۱ ص:۲۲۔

آپؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سو تریسٹھ احادیث مروی ہیں،[1] اور آپؓ سے احادیث روایت کرنے والوں میں حضرت ابنِ عباسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، معاویہؓ بن خدیج، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت سائب بن یزیدؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ جیسے صحابہؓ اور محمد بن سیرینؒ، سعید بن المسیبؒ، علقمہ بن وقاصؒ، ابوادریس الخولانیؒ اور عطیہ بن قیسؒ وغیرہ جیسے تابعین شامل ہیں۔[2] آپؓ اعلیٰ پائے کے خطیب تھے اور آپؓ کے خطبات عربی ادب میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں، اسی طرح وہ حکیمانہ اقوال جو آپؓ سے منقول ہیں، نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور علم و حکمت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ آپؓ نے اپنے دور میں علم و حکمت کی سرپرستی کی، تاریخِ اسلام میں آپؓ کے دور تک فنِ تاریخ کے اوراق بالکل سادہ تھے، سب سے پہلے آپؓ نے اس زمانے کے ایک ممتاز اخباری عبید بن شریہ سے تاریخِ قدیم کی داستانیں، سلاطینِ عجم کے حالات اور زبانوں کی ابتداء اور اس کے پھیلنے کی تاریخ لکھائی، یہ مسلمانوں میں تاریخ کی سب سے پہلی کتاب تھی۔[3]

ظرافت

آپؓ ایک ہنس مکھ اور خوش اخلاق انسان تھے، ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی آپؓ سے بغیر کسی خوف کے ملتا اور آپؓ سے ہر قسم کی فرمائش کر دیتا، آپؓ سے اگر ممکن ہوتا تو پورا کر دیتے ورنہ ٹال دیتے، ایک بار ایک شخص آپؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں ایک مکان بنا رہا ہوں، آپ اس میں میری مدد کر دیجئے اور بارہ ہزار درخت عطا کر دیجئے۔

آپؓ نے پوچھا: گھر کہاں ہے؟

کہنے لگا: ''بصرہ میں!''

آپؓ نے پوچھا: ''لمبائی چوڑائی کتنی ہے؟''

---

(۱) ابنِ حزمؒ: جوامع السیرۃ ص:۲۷۷، سیوطیؒ: تاریخ الخلفاء ص:۱۴۹۔

(۲) ابنِ حجرؒ: الاصابہ ج:۳ ص:۴۱۳۔

(۳) ابنِ ندیم: الفہرست ص:۱۳۲، بحوالہ تاریخِ اسلام، شاہ معین الدین ندوی ج:۲ ص:۴۲۔

کہنے لگا: ''دو فرسخ لمبائی ہے اور دو ہی فرسخ چوڑائی۔''

آپؓ نے مزاحاً فرمایا:-

لا تقل داری بالبصرۃ ولکن قل البصرۃ فی داری.

ترجمہ:- یہ مت کہو کہ میرا گھر بصرہ میں ہے، بلکہ یوں کہو کہ بصرہ میرے گھر میں ہے۔[1]

وفات

آپؓ کی پوری زندگی علم وعمل کی زندگی تھی، آپؓ سے جتنا کچھ بن سکا آپؓ نے مسلمانوں اور عوام الناس کی اصلاح اور بہبود کے لئے کام کیا اور اس کے لئے اپنی پوری زندگی خرچ کردی، مگر اس کے باوجود جب مخالفین آپؓ پر بے سروپا الزامات لگاتے اور آپؓ کو طرح طرح کے اعتراضات کا نشانہ بناتے تو آپؓ کو اس کا افسوس ہوتا، چنانچہ حضرت معاویہؓ سے کسی نے پوچھا:-

کیا بات ہے؟ آپ پر بڑھاپا جلد آ گیا ہے۔تو جواب میں فرمایا:-

کیوں نہ آئے؟ جب دیکھتا ہوں اپنے سر پر ایک اکھڑ جاہل آدمی کو کھڑا پاتا ہوں جو مجھ پر قسم قسم کے اعتراضات کرتا ہے، اگر اس کے اعتراضات کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دیتا ہوں تو تعریف کا کہیں سوال نہیں! اور اگر جواب دینے میں مجھ سے ذرا سی چوک ہوجائے تو وہ بات چہار عالم میں پھیلا دی جاتی ہے۔[2]

۶۰ھ میں جبکہ آپؓ عمر کی اٹھترویں منزل سے گزر رہے تھے، آپؓ کی طبیعت کچھ ناساز ہوئی اور پھر طبیعت خراب ہوتی چلی گئی، اور طبیعت کی ناسازی، مرضِ وفات میں تبدیل ہوگئی، اسی مرضِ وفات میں آپؓ نے خطبہ دیا جو آپؓ کا آخری خطبہ تھا، اس میں اور باتوں کے علاوہ آپؓ نے فرمایا:-

أیھا الناس! إن من زرع قد استحصد وإنی قد ولیتکم ولن یلیکم أحدٌ بعدی خیر منّی وإنّما یلیکم من ھو شر

---

(۱) حافظ ابنِ کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۴۱۔

(۲) حافظ ابنِ کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۴۰۔

منّي كما كان من وليكم قبلي خيرًا منّي.[1]

ترجمہ:- اے لوگو! بعض کھیتیاں ایسی ہیں جن کے کٹنے کا وقت قریب آچکا ہے، میں تمہارا امیر تھا، میرے بعد مجھ سے بہتر کوئی امیر نہ آئے گا، جو آئے گا مجھ سے گیا گزرا ہی ہوگا، جیسا کہ مجھ سے پہلے جو امیر ہوئے وہ مجھ سے بہتر تھے۔

اس خطبے کے بعد آپؓ نے تجہیز و تکفین کے متعلق وصیت فرمائی، فرمایا: کوئی عاقل اور سمجھ دار آدمی مجھے غسل دے اور اچھی طرح غسل دے، پھر اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور کہا: اے بیٹے! میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپؐ اپنی حاجت کے لئے نکلے، میں وضو کا پانی لے کر پیچھے گیا اور وضو کرایا، آپؐ نے اپنے جسم مبارک پر پڑے ہوئے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا مجھے عنایت فرمایا، وہ میں نے حفاظت سے رکھ لیا تھا، اسی طرح آپؐ نے ایک بار اپنے بال اور ناخن مبارک کاٹے تو میں نے انہیں جمع کر کے رکھ لیا تھا، تم کپڑے کو تو میرے کفن کے ساتھ رکھ دینا اور ناخن اور بال مبارک میری آنکھ، منہ اور سجدے کی جگہوں پر رکھ دینا اور پھر ارحم الراحمین کے حوالے کر دینا۔[2]

آپؓ نے یہ وصیت کی اور اس کے بعد مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ دمشق کے مقام پر وسطِ رجب ۶۰ھ میں علم، حلم اور تدبر کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔[3]

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

آپؓ کی نمازِ جنازہ حضرت ضحاک بن قیسؓ نے پڑھائی اور دمشق میں ہی باب الصغیر میں آپؓ کی تدفین ہوئی، صحیح قول کے مطابق آپؓ کی عمر اٹھتر سال تھی۔[4]

علامہ ابنِ اثیرؒ نے اپنی تاریخ کامل میں نقل کیا کہ ایک دن عبدالملک

---

(۱) حوالہ مذکورہ بالا ج:۸ ص:۱۴۱۔

(۲) ابنِ عبدالبرؒ: الاستیعاب تحت الاصابہ ج:۳ ص:۳۷۸، ابنِ اثیرؒ: تاریخ کامل ج:۴ ص:۳، ابنِ کثیرؒ: البدایہ والنہایہ ج:۸ ص:۱۴۱۔

(۳) ابنِ حجرؒ: الاصابہ ج:۳ ص:۴۱۴، ایضاً ابنِ خلدون ج:۳ ص:۴۲، مطبوعہ بیروت۔

(۴) ابنِ عبدالبرؒ: الاستیعاب تحت الاصابہ ج:۳ ص:۳۷۸۔

بن مروان آپؓ کی قبر کے قریب سے گزرے تو کھڑے ہوگئے اور کافی دیر تک کھڑے رہے اور دُعائے خیر کرتے رہے۔ ایک آدمی نے پوچھا کہ: یہ کس کی قبر ہے؟ عبدالملک بن مروان نے جواب دیا:-

قبر رجلٍ كان والله فيما علمته ينطق عن علم ويسكت عن حلم، إذا أعطى أغنى و إذا حارب أفنى ثم عجل له الدهر ما أخره لغيره ممن بعده هذا قبر أبي عبدالرحمن معاوية.(1)

ترجمہ:- یہ اس شخص کی قبر ہے کہ جب بولتا تو علم و تدبر کے ساتھ بولتا تھا، اور اگر خاموش رہتا تو حلم و بُردباری کی وجہ سے خاموش رہتا تھا، جسے دیتا اسے غنی کردیتا، جس سے لڑتا اسے فنا کرڈالتا۔

آپؓ کے دورِ حکومت پر ایک شیعہ مؤرّخ کا تبصرہ

مضمون کے آخر میں اس تبصرے کو نقل کردینا غیرمناسب نہ ہوگا جو ساتویں صدی ہجری کے مشہور مؤرخ ابنِ طباطبا نے اپنی کتاب ''الفخری'' میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دورِ حکومت پر کیا ہے۔ اس تبصرے کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ یہ تبصرہ ایسے مؤرخ نے کیا ہے جو شیعہ ہے اور اثنا عشری طبقے سے تعلق رکھتا تھا، اگرچہ اس تبصرے میں کہیں کہیں انہوں نے جانب داری سے بھی کام لیا ہے، مگر بحیثیت مجموعی اس میں تعصب کم اور حقیقت کا عنصر زیادہ غالب ہے۔ ابن طباطبا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:-

حضرت معاویہؓ دُنیوی معاملات میں بہت ہی دانا تھے، فرزانہ و عالم تھے، حلیم اور باجبروت فرماں روا تھے۔ سیاست میں کمال حاصل تھا، اور دُنیاوی معاملات کو سلجھانے کی اعلیٰ استعداد رکھتے تھے، دانا تھے، فصیح و بلیغ تھے، حلم کے موقع پر حلم، اور سختی کے موقع پر سختی بھی کرتے تھے، لیکن حلم بہت غالب تھا، سخی تھے، مال خوب دیتے تھے، حکومت کو پسند کرتے تھے بلکہ اس سے دلچسپی تھی، رعایا

---

(۱) ابن اثیرؒ: تاریخ کامل ج:۴ ص:۵۔

کے شریف لوگوں کو انعامات سے نوازتے رہتے تھے، اس لئے قریشی شرفاء مثلاً عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن جعفر طیارؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، ابان بن عثمان بن عفانؓ، اور خاندانِ ابوطالب کے دُوسرے لوگ دمشق کا سفر کر کے ان کے پاس جاتے تھے اور (حضرت) معاویہؓ خاطر تواضع اور مہمان نوازی کے علاوہ ان کی ضروریات پوری کرتے رہتے۔ یہ لوگ ہمیشہ ان سے سخت کلامی کرتے اور نہایت ناپسندیدہ انداز سے پیش آتے، لیکن یہ کبھی تو اسے ہنسی میں اُڑا دیتے اور کبھی سنی اَن سنی کر دیتے، اور جب ان حضرات کو رُخصت کرتے تو بڑے اعلیٰ تحائف اور انعامات دے کر رُخصت کرتے۔ ایک بار انہوں نے ایک انصاری کے پاس پانچ سو دینار یا درہم بھیجے، انصاری نے بہت کم خیال کیا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ: یہ رقم لے جاؤ اور (حضرت) معاویہؓ کے منہ پر مار کر واپس کردو، پھر اس سے قسم دے کر کہا کہ جیسا میں نے بتایا ہے اسی طرح کرے، وہ رقم لے کر (حضرت) معاویہؓ کے پاس پہنچا اور کہا:-

اے امیر المؤمنین! میرے والد گرم مزاج اور جلد باز ہیں، انہوں نے قسم دے کر ایسا حکم دیا ہے اور میں ان کے خلاف جانے کی قدرت نہیں رکھتا، یہ سن کر (حضرت) معاویہؓ نے اپنے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ: تمہارے والد نے جو کچھ حکم دیا ہے اسے پورا کرلو، اپنے چچا کے (یعنی میرے) ساتھ نرمی بھی ملحوظ رکھو (یعنی زور سے نہ مارو)، وہ صاحبزادے شرما گئے اور رقم ڈال دی، حضرت معاویہؓ نے رقم دُگنی کر کے انصاری کو بھجوادی۔

ان کے لڑکے یزید کو جب خبر ہوئی تو غصّے میں اپنے والد کے پاس آیا اور کہا: آپ حلم میں مبالغے سے کام لینے لگے ہیں، اندیشہ ہے

کہ لوگ اسے آپ کی کمزوری اور بزدلی پر محمول کرنے لگیں گے۔
انہوں نے جواب دیا کہ: بیٹے! حلم میں نہ کوئی ندامت کی بات ہے، نہ بُرائی کی، تم اپنا کام کرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔
اس قسم کے کردار نے (حضرت) معاویہؓ کو خلیفۂ عالم بنادیا اور مہاجرین وانصار میں ہر وہ شخص ان کے آگے جھک گیا جو اپنے آپ کو ان سے زیادہ حق دارِ خلافت سمجھتا تھا، (حضرت) معاویہؓ مدبر ترین انسان تھے، (حضرت) عمر بن خطابؓ نے ایک بار اہلِ مجلس سے فرمایا:-
تم لوگ قیصر وکسریٰ اور ان کی سیاست کی تعریف کرتے ہو حالانکہ تمہارے اندر معاویہؓ موجود ہیں۔
(حضرت) معاویہؓ کئی حکومتوں کے مربی، کئی اُمتوں کی سیاست چلانے والے اور کئی ملکوں کے راعی تھے، حکومت میں انہوں نے بعض ایسی چیزیں بھی ایجاد کیں جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کی تھیں، مثلاً انہوں نے سب سے پہلے فرماں رواؤں کے لئے باڈی گارڈ مقرّر کئے جو ان کے سامنے ہتھیار تانے رہتے تھے، اور جامع مسجد میں انہی نے مقصورہ تیار کرایا جس میں فرماں روا اور خلیفہ، لوگوں سے الگ الگ ہوکر تنہا نماز ادا کرسکے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام (حضرت علیؓ) کے ساتھ جو کچھ پیش آیا، اسی کے خوف سے (حضرت) معاویہؓ نے ایسا کیا ..... اور انہی نے سب سے پہلے برید (ڈاک) کا وہ طریقہ اختیار کیا جس سے جلد جلد خبریں مل جایا کریں۔ ''برید'' سے مراد یہ ہے کہ مختلف جگہوں پر نہایت چست شہسوار متعین کردیئے جائیں تاکہ جہاں ایک تیز رفتار خبر رساں پہنچے اور اس کا گھوڑا تھک چکا ہو تو دُوسرا شہسوار دُوسرے تازہ دَم گھوڑے پر آگے روانہ ہوجائے اور اسی طرح ایک چوکی سے دُوسری چوکی تک تیزی کے ساتھ خبر پہنچ جائے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملکی معاملات میں ایک نیا محکمہ جسے ''دیوانِ خاتم'' کہتے ہیں (یعنی مہریں ثبت کرنے کا محکمہ) قائم کیا، یہ دُوسرے قابلِ اعتبار محکموں میں سے ایک تھا، بنی عباس تک یہ طریقہ جاری رہا، پھر بعد میں ترک کردیا گیا۔

''دیوانِ خاتم'' کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک محکمہ تھا جس میں کئی ملازمین ہوتے، جب کسی معاملے میں خلیفہ کے دستخطوں سے کوئی حکم صادر ہوتا تو وہ پہلے اس محکمے میں لایا جاتا اور اس کی ایک کاپی یہاں نتھی کرلی جاتی اور اسے موم (لاکھ) سے سربمہر کردیا جاتا، اس کے بعد اس محکمے کے افسرِ اعلیٰ کی مہر لگادی جاتی۔ حضرت معاویہؓ معاملاتِ دُنیوی کو حل کرنے میں ہمیشہ مصروفِ کار رہتے تھے، ان کی فرماں روائی بڑی مستحکم تھی اور پیچیدہ معاملہ ان کے لئے آسان تھا۔

عبدالملک بن مروان کو دیکھئے، وہ اس مضمون کو کس خوبی سے ادا کرتے ہیں، یہ جب حضرت معاویہؓ کی قبر پر گئے اور ان کے لئے دُعائے خیر کرنے لگے تو ایک شخص نے پوچھا کہ:-

اے امیر المؤمنین! یہ کس کی قبر ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ: جہاں تک میرا علم اس شخص کے بارے میں ہے، وہ یہ ہے کہ صاحبِ قبر پوری واقفیت کے بعد بولتا تھا اور حلم کی وجہ سے خاموش رہتا تھا، جسے دیتا اسے غنی کردیتا، اور جس سے لڑتا اسے فنا کرڈالتا تھا۔ (حضرت) عبداللہ بن عباسؓ جو بڑے نقاد تھے، کہتے ہیں کہ:-

ریاست فرماں روائی کی طرف توجہ دینے میں (حضرت) معاویہؓ سے زیادہ لائق میں نے اور کسی کو نہیں دیکھا۔[1]

❊❊❊

(۱) ابنِ طباطبا: الفخری ص:۱۲۹، مطبوعہ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور۔